هفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بیادگار:

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۳/ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ

۶/ مئی ۱۹۶۶ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◉ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی مَلَآئِكَةً یَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ، فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِكُمْ فَیَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا، فَیَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ - وَهُوَ اَعْلَمُ : مَا یَقُوْلُ عِبَادِیْ ؟ قَالَ : یَقُوْلُوْنَ : یُسَبِّحُوْنَكَ، وَیُكَبِّرُوْنَكَ وَیَحْمَدُوْنَكَ وَیُمَجِّدُوْنَكَ : فَیَقُوْلُ : هَلْ رَاَوْنِیْ ؟ فَیَقُوْلُوْنَ : لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْكَ - فَیَقُوْلُ : كَیْفَ لَوْ رَاَوْنِیْ ؟ قَالَ : یَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْكَ كَانُوْا اَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً، وَاَشَدَّ لَكَ تَمْجِیْدًا، وَاَكْثَرَ لَكَ تَسْبِیْحًا - فَیَقُوْلُ : فَمَا ذَا یَسْاَلُوْنَ ؟ قَالَ : یَقُوْلُوْنَ : یَسْاَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ قَالَ : یَقُوْلُ : وَهَلْ رَاَوْهَا ؟ قَالَ : یَقُوْلُوْنَ : لَا وَاللّٰهِ یَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا - قَالَ : یَقُوْلُ : فَكَیْفَ لَوْ رَاَوْهَا ؟ قَالَ : یَقُوْلُوْنَ : لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ عَلَیْهَا حِرْصًا، وَاَشَدَّ لَهَا طَلَبًا، وَاَعْظَمَ فِیْهَا رَغْبَةً. قَالَ : فَمِمَّ یَتَعَوَّذُوْنَ ؟ قَالَ ، یَتَعَوَّذُوْنَ مِنَ النَّارِ : قَالَ : فَیَقُوْلُ وَهَلْ رَاَوْهَا ؟ قَالَ : یَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْهَا - فَیَقُوْلُ : كَیْفَ لَوْ رَاَوْهَا ؟ قَالَ ، یَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا، وَاَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً، قَالَ : فَیَقُوْلُ : فَاُشْهِدُكُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ ، یَقُوْلُ : مَلَكٌ مِنَ الْمَلَآئِكَةِ : فِیْهِمْ فُلَانٌ لَیْسَ مِنْهُمْ ، اِنَّمَا جَآءَ لِحَاجَةٍ ، قَالَ : هُمُ الْجُلَسَآءُ لَا یَشْقٰی بِهِمْ جَلِیْسُهُمْ " (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّ لِلّٰهِ مَلَآئِكَةً سَیَّارَةً فُضُلَاءَ یَتَتَبَّعُوْنَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِیْهِ ذِكْرٌ قَعَدُوْا مَعَهُمْ، وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِاَجْنِحَتِهِمْ حَتّٰی یَمْلَؤُوْا مَا بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ السَّمَآءِ الدُّنْیَا فَاِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعِدُوْا اِلَی السَّمَآءِ فَیَسْاَلُهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ اَعْلَمُ مِنْ اَیْنَ جِئْتُمْ ؟ فَیَقُوْلُوْنَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَكَ فِی الْاَرْضِ : یُسَبِّحُوْنَكَ وَیُكَبِّرُوْنَكَ وَیُهَلِّلُوْنَكَ وَیَحْمَدُوْنَكَ وَیَسْئَلُوْنَكَ ، قَالَ : وَمَا ذَا یَسْئَلُوْنِیْ ؟ قَالُوْا : یَسْئَلُوْنَكَ جَنَّتَكَ. قَالَ : وَهَلْ رَاَوْا جَنَّتِیْ ؟ قَالُوْا : لَا اَیْ رَبِّ : قَالَ : فَكَیْفَ لَوْ رَاَوْا جَنَّتِیْ ؟ قَالُوْا : وَیَسْتَجِیْرُوْنَكَ قَالَ : وَمِمَّ یَسْتَجِیْرُوْنِیْ ؟ قَالُوْا : مِنْ نَارِكَ یَا رَبِّ. قَالَ : وَهَلْ رَاَوْا نَارِیْ ؟ قَالُوْا : لَا ، قَالَ : فَكَیْفَ لَوْ رَاَوْا نَارِیْ ؟ قَالُوْا : وَیَسْتَغْفِرُوْنَكَ ؟ فَیَقُوْلُ : قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ وَاَعْطَیْتُهُمْ مَا سَاَلُوْا، وَاَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْا - قَالَ : یَقُوْلُوْنَ رَبِّ فِیْهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ اِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ - فَیَقُوْلُ : وَلَهٗ غَفَرْتُ ، هُمُ الْقَوْمُ لَا یَشْقٰی بِهِمْ جَلِیْسُهُمْ "

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے فرشتوں کی ایک جماعت ہے - جو راستوں میں ان لوگوں کی تلاش کرتی رہتی ہے جو ذکر الٰہی کرتے ہیں پس جب وہ کسی جگہ ذکر الٰہی کرنے والے لوگوں کو پا لیتے ہیں تو اپنے ساتھیوں کو آواز دیتے ہیں کہ اپنے مقصد کی طرف چلے آؤ (پس وہ فرشتے آجاتے ہیں) اور اپنے پروں سے آسمان دنیا تک ان ذاکرین کو گھیر لیتے ہیں (جب وہ فرشتے واپس ہوتے ہیں) تو ان سے ان کا رب دریافت کرتا ہے، حالانکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے ؟ حضورؐ نے فرمایا - فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تیری پاکی اور تیری کبریائی بیان کر رہے تھے - اور تیری تعریف میں مصروف تھے اور تیری عظمت بیان کر رہے تھے - اللہ تعالےٰ دریافت فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھ کو دیکھا - وہ جواب دیتے ہیں بخدا انہوں نے نہیں دیکھا - حق تعالےٰ فرماتا ہے اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ؟ آپؐ نے فرمایا - فرشتے کہتے ہیں اگر وہ تجھے دیکھ لیتے - تو وہ تیری بہت زیادہ عبادت کرتے اور بہت زیادہ بزرگی بیان کرتے اور بکثرت تیری پاکی بیان کرتے - اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ کیا چیز مانگتے تھے ؟ آپؐ نے فرمایا فرشتے کہتے ہیں کہ وہ تجھ سے جنت مانگ رہے تھے - خدا فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے ؟ فرشتے کہتے ہیں ، نہیں بخدا اے رب انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا - خدا فرماتا ہے کہ اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو ان کی رغبت و حرص اور بڑھ جاتی اور جنت کی طلب اور زیادہ ہو جاتی اور اس کی رغبت شدت کے ساتھ ہوتی — آپؐ نے فرمایا - پھر خدا پوچھتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے ؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دوزخ سے پناہ مانگ رہے تھے - اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تو کیا انہوں نے دوزخ دیکھا ہے ؟ وہ کہتے ہیں نہیں بخدا ! انہوں نے دوزخ نہیں دیکھا - حق تعالےٰ فرماتا ہے اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو ؟ فرشتے کہتے ہیں - اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو اس سے بہت زیادہ بھاگتے اور بہت زیادہ خوفزدہ ہوتے - آپؐ نے فرمایا - پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا - آپؐ نے فرمایا (یہ سن کر) فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ اس جماعت میں ایک فلاں شخص تھا جو ان میں سے نہیں تھا - اپنی حاجت کے لئے آیا تھا خدا فرماتا - وہ ذاکرین ایسے جلساء ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں کیا جاتا (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا - خدا تعالےٰ کے فرشتوں کی ایک جماعت زیادہ پھرنے اور گشت لگانے والی ہے - یہ جماعت ذکر الٰہی کی مجلسوں کو تلاش کرتی ہے - پس جب یہ فرشتے کسی ایسی مجلس کو پاتے ہیں کہ جس میں ذکر الٰہی ہوتا ہے تو یہ فرشتے بھی اس مجلس میں بیٹھ جاتے ہیں - اور بعض فرشتے بعض کو

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

ہفت روزہ — لاہور

خدام الدین

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۱	۱۴ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ مطابق ۶ مئی ۱۹۶۶ء	شمارہ ۵۱

شاہ فیصل کا دورۂ پاکستان

سعودی عرب کے شاہ فیصل مغربی پاکستان کا کامیاب دورہ کرنے کے بعد ریاض پہنچ چکے ہیں۔ ان کے دورے سے پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات جو پہلے ہی بہت گہرے، دوستانہ اور برادرانہ تھے اور بھی زیادہ مضبوط و مستحکم ہو گئے ہیں۔ کراچی ہو یا راولپنڈی، لاہور ہو یا پشاور ہمارے جلیل القدر مہمان جہاں بھی تشریف لے گئے لوگوں نے نہایت جوش و خروش اور والہانہ جذبے کے ساتھ دیدہ و دل فرش راہ کئے — بلاشبہ آپ کی شاندار پذیرائی کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ شاہ فیصل اتحاد اسلامی کے پرجوش داعی اور پاکستان کے مخلص دوست ہیں اور انہوں نے پاکستان کی آڑے وقت میں مقدور بھر امداد کی تھی مگر اس سے کہیں زیادہ سبب اُن کے شاندار استقبال کا یہ تھا کہ وہ اس سرزمین مقدس سے تشریف لائے تھے۔ جہاں چودہ سو سال قبل عرفان و ہدایت کا بے مثال و لازوال آفتاب طلوع ہوا تھا اور ہادیٔ برحق، سراج منیر صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نوع انسانی کو نجات اور فلاح دارین کی صراط مستقیم دکھائی تھی۔ ہمیں علم ہے کہ پاکستانی عوام کی اکثریت اس بے لوث و بے ساختہ تائید و حمایت اور بروقت امداد سے قطعی ناواقف ہے جو سعودی حکمران نے پاکستان پر بھارت کے جارحانہ حملے کے وقت دی تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ شاہ فیصل کے استقبال کے لئے کشاں کشاں اور جوق در جوق بغیر ترغیب و ترہیب کے محض اس لئے گئے تھے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرزمین سے بے پناہ طبعی اور روحانی محبت و عقیدت ہے۔ اور وہ مکہ و مدینہ کے خاک کے ذرّوں کو بھی اپنی جان اور کائنات کی ہر چیز سے زیادہ عزیز جانتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ پاکستانی عوام کا ایک طبقہ شاہ فیصل کے بعض نظریات سے اختلاف رکھتا اور انہیں شک و شبہ کی نظر سے دیکھتا ہے لیکن شاہ فیصل کی اتحاد اسلامی کی دعوت ہر اعتبار سے مستحسن اور انتہائی قابل قدر اقدام ہے اور اس سے کسی بھی مسلمان کو کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہئے — بہرحال شاہ سعود کے دورے نے پاکستان اور سعودی عرب میں تعاون و ہم آہنگی کے نئے راستے کھول دئے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ دونوں ملک قریب سے قریب تر ہوتے جائینگے چنانچہ شاہ فیصل کے چھ روزہ دورے کے اختتام پر راولپنڈی اور ریاض سے جاری ہونے والے اعلامیہ میں بھی اسی یقین کا اظہار کیا گیا ہے۔ صدر ایوب اور شاہ فیصل نے طے کیا کہ پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان اقتصادی، سماجی، ثقافتی اور فنی شعبوں میں اشتراک و تعاون پیدا کیا جائے اور اس سلسلے میں دونوں ملکوں کے درمیان تعاون و اشتراک کے امکانات کا جائزہ لینے کے لئے پاکستان اور سعودی عرب کے اعلیٰ افسر ایک دوسرے سے ملاقاتیں اور تبادلۂ خیال کریں — مزید برآں جانبین نے فلسطین اور کشمیر کی آزادی اور ان کے لئے حق خود اختیاری کی جد و جہد میں مکمل حمایت کا اعلان کیا — پاکستان نے یقین دلایا کہ وہ فلسطین کے باشندوں کو ان کا حق دلانے میں عرب ملکوں کی ہر جد و جہد میں شریک رہے گا۔ اور ان کی کسی بھی امداد سے گریز نہیں کرے گا۔ شاہ فیصل نے اپنی حکومت اور عوام کی جانب سے کشمیریوں کے حق خود ارادیت کی حمایت کا اعلان کیا۔ اور زور دیا کہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں ریاست جموں و کشمیر کے عوام کو اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے کا حق ملنا چاہئے۔ نیز یہ امید بھی ظاہر کی کہ اعلان تاشقند تنازعۂ کشمیر کے آبرومندانہ اور منصفانہ حل میں ممد و معاون ثابت ہوگا۔

ظاہر ہے خیر سگالی کا یہ مظاہرہ دونوں ملکوں کے درمیان جذبات محبت و اخوت کا آئینہ دار اور ان میں اقتصادی، سماجی، ثقافتی اور فنی شعبوں میں تعاون و اشتراک کا سرچشمہ بن سکتا ہے۔ پھر دونوں ملکوں کے سربراہوں نے برملا طور پر اقرار کیا ہے کہ مختلف شعبوں میں تعاون و اشتراک کی بنیاد کسی وقتی یا فوری مصلحت پر نہیں ہوگی بلکہ دونوں ملکوں میں مذہب، تاریخ اور ثقافت کے ناقابل تنسیخ رشتے پہلے ہی قائم ہیں اور اب انہیں صرف مضبوط تر کرنا ہے۔

علاوہ ازیں اعلامیہ میں دنیائے اسلام میں وحدت فکر کی بنیاد پر اتحاد کے حصول کے لئے سیاست دانوں اور ارباب فکر کے درمیان مختلف سطحوں پر برادرانہ روابط کی افادیت و اہمیت کا بھی اعتراف کیا گیا اور کہا گیا کہ باہمی مفاد اور لحاظ خاطر کی بنیاد پر مسلمان ملکوں کے درمیان اتحاد و یک جہتی پورے عالم اسلام کے لئے مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوگی — واضح ہے کہ یہ بھی وقت کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اور جس قدر جلد ہو سکے اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور اس کے لئے فضا کو ہموار کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا چاہئے۔

وقت آگیا ہے کہ مسلمان ملک بیدار ہوں آپس میں سر جوڑ کر بیٹھیں۔ آپس کی غلط فہمیوں کو دور کریں، خوابوں کی دنیا سے نکل کر حقیقت پسندی کی راہ اختیار کریں۔ گفتار کے غازی نہ بنیں، کردار کی شاہراہ پر گامزن ہوں، اپنی بکھری ہوئی قوتوں اور وسائل کو مجتمع کریں۔ اور اپنے درمیان کامل فکری اور مقصدی ہم آہنگی پیدا کر کے وقت کے دھارے کا رُخ بدل دیں۔

ہمارے خیال میں شاہ فیصل کے دورۂ پاکستان نے اس اتحاد کی بنیاد رکھ دی ہے اور ان دونوں ملکوں میں جوں جوں تعاون و اشتراک بڑھتا جائے گا دوسرے اسلامی ملکوں کے لئے مشعل راہ بنتا چلا جائے گا۔

اللہ تعالےٰ

ہمارا حامی و ناصر ہو اور اسلامی ملکوں میں لازوال اتحاد و تعاون اور مستحکم اور ابدی دوستی کے رشتے

استوار ہوں

آمین!



۲۹ رذی الحجہ ۱۳۸۵ھ بمطابق ۲۱ر اپریل ۱۹۶۶ء

دِل کا چَین فقط اللہ کے ذِکر میں ہے

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم : ۔

بزرگانِ محترم !

آج مجھے ایک جگہ جانے کا اتفاق ہوا ۔ جہاں مسجد کا افتتاح کرنا تھا ۔ لوگ پہلے تو وعدہ کر کے لے جاتے ہیں کہ وقت پر پہنچا دیں گے اور اپنی مجبوریاں پیش کرتے ہیں ۔ لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ اگر وہ وعدہ پورا نہ کر سکے تو دوسرے کے فرائض پر زد پڑے گی ۔ چنانچہ آج بھی یہی ہوا ۔ میں نے بہتیرا عذر کیا کہ مجلس ذکر ہے ۔ مجھے ہر حال میں مغرب کے وقت شیرانوالہ ہونا چاہیئے ۔ لیکن اس وعدے پر کہ وہ مغرب سے پہلے مجھے شیرانوالہ پہنچا دیں گے اپنی جگہ لے گئے ۔ اب واپسی پر وہاں سواری کا انتظام نہ تھا ۔ بس کا انتظار کیا گیا ۔ ٹیکسی ، رکشا کا وہاں نشان نہ تھا ۔ آخر قہرِ درویش برجانِ درویش سڑک پر کھڑا ہو گیا ۔ وہ لوگ بھی میرے ساتھ پریشان ہوئے اور مجھے بھی پریشانی ہوئی ۔ ٹیلیفون کر کے اطلاع دینا چاہی تو دفتر سے کسی نے ٹیلیفون نہ اٹھایا دفتر اس وقت بند ہوگا ۔ آخر خیال آیا اس ٹیلیفون کا کیا فائدہ کہ وقتِ ضرورت کام ہی نہ آسکے ۔ اب فیصلہ کر لیا ہے کہ خواہ کوئی کتنا ہی مجبور کیوں نہ کرے اور اپنی معذوری کا کتنا ہی اظہار کیوں نہ کرے میں جمعرات کو کسی کے ساتھ نہیں جاؤں گا ۔ اب آج کی تاخیر کے لئے میں آپ سے معذرت خواہ ہوں بہرحال خدا کا شکر ہے کہ سڑک پر کھڑے تھے کہ امریکن اپنی کار پر وہاں سے گذرے ۔ تھے تو عیسائی مگر شرافت خدا جسے دے دے ۔ انہیں ہاتھ دے کر ساتھیوں نے کھڑا کیا تو انہوں نے کار روک لی اور مجھے کار پر بٹھا کر یہاں چھوڑ گئے ورنہ میں آج پہنچ ہی نہ سکتا تھا اور مجلس ذکر کا ناغہ ہو جاتا ۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ میری تاخیر کی وجہ سے کوئی صاحب ذکر کرا دیتے ۔ لیکن چونکہ کسی کو کہا ہوا نہیں تھا اس لئے عین ممکن تھا کہ ناغہ ہی ہو جاتا ۔ خدا کا شکر ہے کہ اللہ نے مجھے یہاں پہنچوا دیا ۔ اب تھوڑے سے وقت میں ظاہر ہے کچھ عرض نہیں کیا جا سکتا ۔ لیکن حضرت رح کی سنت کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور کہنا پڑتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس ذکر کو اور میری معروضات کو ہم سب کی نجات کا ذریعہ بنائے ۔ آمین !

قرآن عزیز میں ارشاد ربانی ہے :۔

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ

ترجمہ : خبردار ! اللہ کے ذکر کے بغیر دلوں کو چین میسر نہیں آسکتا ۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آپ کا کسی دنیادار سے تعلق پڑے ۔ جسے تم بظاہر بہت خوش و خرم اور سُکھی میں دیکھتے ہو لیکن جب تم اسے کرید کر دیکھو گے تو تمہیں پتہ چلے گا کہ چھاننی میں اتنے چھید نہیں ہوتے جتنے اس دنیادار کے دل میں ہوتے ہیں ۔ دکھوں اور مصیبتوں میں گھرا ہوتا ہے ۔ کوئی بیوی سے دکھی ہوگا ۔ کوئی اولاد کے ہاتھوں پریشان و مجبور ہوگا کسی کو کوئی اذیت ہوگی کوئی کسی پریشانی میں مبتلا ہوگا ۔ کسی کو جائداد کے جھگڑوں سے فرصت نہیں ہوگی ۔ غرض سکونِ قلب کہیں دیکھنے میں نہیں آئے گا ۔ سکونِ قلب صرف اللہ جل شانہ کے ذکر میں ہے ۔ ذاکر بھوکا ہوگا ۔ روٹی کپڑا میسر نہ آئے لیکن اس کا دل مطمئن ہوگا ۔ اس رب العزت سے لگی رہے گی ۔ اور ہر گھڑی یاد الٰہی میں مگن رہے گا ۔ نتیجۃً بے چینی پاس بھی نہیں پھٹکے گی ۔

یہ شاہ فیصل جو آ رہے ہیں مطلق العنان بادشاہ ہیں ۔ لیکن آپ جا کر عرب میں معلوم کریں تو پتہ چلے کہ رات کیسے گزرتی ہے ۔ آج یہاں سوئیں گے تو کل کسی دوسرے محل میں ۔ سونے کی جگہ روز بدل جاتی ہے ۔ تاکہ کسی کو پتہ نہ چل جائے کہ کہاں سوئے ہیں اور کس جگہ آرام کر رہے ہیں ۔ بھائیوں تک سے خوف لگا رہتا ہے اور چین کی نیند نصیب نہیں ہوتی ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسی لئے فرمایا کرتے تھے کہ "وڈے اکھاون تے وڈے دکھ پاون" ۔ دنیا میں جتنے بڑے کہلاتے ہیں ان کو اتنے ہی دکھ زیادہ ہوتے ہیں ۔ چین صرف اللہ کے نام میں ہے فقیر گدڑی میں آرام سے سوتا ہے بادشاہ کو اعلیٰ سے اعلیٰ بستروں اور محلات میں قلبی سکون نہیں ملتا ۔

ہم نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے ساری زندگی کھدر پہنا اور روکھا سوکھا کھایا لیکن جو قلبی سکون انہیں میسر تھا جس درجہ وہ مطمئن تھے اس درجہ کسی بادشاہ کو بھی مطمئن نہیں پایا ۔ بڑے سے بڑے دنیادار اور رئیس کو اس سکون کے ساتھ زندگی بسر کرتے نہیں دیکھا ۔ اور حال یہ تھا کہ کبھی ہماری والدہ مرحومہ نے یہ کہہ دیا کہ حضرت یہ گھر ہی ٹھیک ٹھاک کرا لیں ۔ تو فرمایا کرتے تم جانو تمہارا کام جانے ۔ دنیا سے میں اس حال میں رخصت نہیں ہونا چاہتا کہ اینٹیں اور روڑے میرے نام پر لکھے ہوں ۔ لیکن اس کے باوجود اللہ نے چودہ مرتبہ حج اور عمرے کی سعادت سے بہرہ ور فرمایا ۔ ساری زندگی گھر میں تو تکرار کی نوبت نہیں آئی ۔ گھر کی طرف سے بھی خوش گئے اور اولاد کی طرف سے بھی خوش گئے ۔ لیکن ہم نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر کسی مادی شے کا اثر ہوتے نہیں دیکھا ۔ جب دل کا تعلق ہی دنیا سے نہیں تھا وہ دنیا اور دنیا کی محبت میں ہی غلطاں نہیں تو پھر کیوں کر ان پر کوئی دنیوی عوارض اثر انداز ہوتے ۔ ذرا سی کوئی پریشانی آتی تو مالک کے آگے ہاتھ اٹھا دیتے اور دیکھتے ہی دیکھتے اللہ نے اپنے بندے کی التجا پوری فرما دی ۔ یہ پریشانی بھی ظاہراً ہوتی ۔ فی الحقیقت قلب پر اس کا بھی کوئی اثر نہ ہوتا تھا ۔ اس کے برعکس ہم نے کروڑ پتی دنیاداروں کو دیکھا ہے کہ انہیں کسی کل چین نہیں پڑتا اور ان کے ہاں سکونِ قلب ناپید ہوتا ہے ۔

محترم حضرات ! یہ دنیا تو کسی نہ کسی طور گذر جائے گی ۔ فکرِ آخرت کرو ۔ اللہ کے ذکر کو شعار بناؤ ۔ اُسی کی یاد سے دلوں کو آباد کرو

جمعہ خطبہ

۷ رمحرم الحرام ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۹ راپریل ۱۹۶۶ء

فلسفۂ شہادت

[redacted]

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ، اما بعد :
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

لفظ اسلام کا مادہ سِلم سے ہے ۔ سِلم کے معنی صُلح، سلامتی اور انکسار کے ہیں چونکہ تعلیم الاسلام کا اصلی اور براہ راست تعلق صرف امن و صلح سے ہے ۔ اس واسطے اللہ تعالےٰ نے اس دین کو اسلام کے نام سے سرفراز فرمایا ہے ۔ اگر اسلام کی ذاتی حیثیت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس مذہب کی ابتداء اور انتہا صرف تین جملوں میں سما جاتی ہے ۔

۱۔ زندگی بسر کرنے کا بہتر سے بہتر قانون یہ اسلام کی علمی حیثیت ہے ۔

۲۔ اس قانون کی تکمیل اور تبلیغ ۔ یہ اسلام کی عملی منزل ہے ۔

۳۔ بہترین دنیا اور آخرت کا حاصل ہو جانا یہ تعمیل و تبلیغ اسلام کا نتیجہ ہے ۔

چند باطل پرست لوگ کرۂ ارض کی آسائش و آرائش پر قابض تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے اسلام کو پیش فرمایا ۔ نمائندگانِ باطل نے اسلام کے خدو خال پر نظر ڈالتے ہوتے ہی اس امر کا اندازہ کر لیا تھا کہ :-

۱۔ اگر تبلیغ اسلام جاری رہی تو ہمارے تمام پیرو مسلمان ہو جائیں گے ۔

۲۔ اور اگر انہوں نے احکام اسلام کی پیروی کی تو پھر وہ اس دنیا کے مالک بھی ہو جائیں گے ۔

اس خیال کے ساتھ ہی انہوں نے ارادہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہی ہو، ہم نہ تو مسلمانوں کو احکام اسلام پر عمل پیرا ہونے کی اجازت دیں گے ۔ اور نہ تبلیغ و اشاعت کی اجازت دیں گے ۔ انہوں نے مسلمانوں پر طرح طرح کے عذاب کئے ۔ انہیں گھروں سے نکالا ۔ جائدادوں سے محروم کر دیا ۔ ان تمام تر مزاحمتوں کے باوجود جب اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور تعمیل اطاعت کا سلسلہ نہ رُکا تو یہ باطل پرست لوگ تلواریں ہاتھ میں لے کر مسلمانوں کے سامنے آ کھڑے ہوتے ۔ اس وقت سورۂ حج کی چند آیات نازل ہوئیں اور مسلمانوں کو بوجوہاتِ ذیل جہاد کی اجازت دی گئی ۔

۱۔ مسلمان مظلوم ہیں اور حملہ آور ظالم ہیں ۔ (بانھم ظلموا)

۲۔ مسلمانوں کو صرف اختلاف عقیدہ کے باعث ناحق وطن سے نکالا گیا ہے ۔ (اخرجوا من دیارھم بغیر حق)

۳۔ تمام مذاہب اور ان کی عبادت گاہوں کی بربادی کا خطرہ پیدا ہو چکا ہے ۔ اس لئے کہ اگر اختلاف عقیدہ کی بنا پر جنگ کرنا جائز ہے تو اس اصول کے تحت اسلام اور مسلمان ہی نہیں ہٹتے بلکہ ہر مذہب کے خلاف جنگ ہو گا اور اسے مٹایا جائے گا ۔ (لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد)

اعلان جہاد کب ہوا ؟

ان آیات کی قوت و اہمیت کا احساس کرنے کے لئے مسلمانوں کی مکی زندگی پر ایک نظر ڈالو ۔ مسلمان حضرت رحمۃ للعالمینؐ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرتے ہیں اپنے ہاتھوں کو قتل و غارت کی درندگی سے روک لیتے ہیں ۔ اپنے قدموں کو شر و فساد کی پیش قدمی کرنے سے پیچھے ہٹا لیتے ہیں اُن کی آنکھوں پر بدنظری اور بدبینی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے ۔ اُن کے سینوں سے بغض و حسد اور انتقام و عداوت کے تاریک داغ دُھل جاتے ہیں ۔ اور اس طرح وہ نفس و شیطان کی ساری شرارتوں ، زندگی کے سارے غروروں اور گنہگاری اور عیش پرستی کی تمام تر لذتوں اور مخموریوں سے کنارہ کش ہو کر اللہ تعالےٰ کی عبادت یتیم و بیوہ کی غمخواری اور مظلوم و مفلوک کی خدمت کے لئے آگے بڑھتے ہیں ۔ چاہیئے تھا کہ قریش مکہ اُن کے راستے میں آنکھیں بچھا دیتے ۔ اور خیبر کے یہود اُن کے استقبال کے لئے دوڑتے ۔ ایران اور روم کی پیشانیاں اُن کے احترام میں جھک جاتیں اور تمام دنیا کی جانیں اور عقلیں ان کے عمل و خیال کی بے لوثی اور پاک بازی اور ان کے دردآلود دل اور پُرنور ضمیر کی بے نفسی اور للہیت پر فدا ہو جاتیں ۔ لیکن ایسا نہ ہوا ۔ بلکہ یہ ہوا کہ مسلمان جس قدر بھی زیادہ نیک بنتے گئے ۔ عرب کے مشرکین خیبر کے یہود، ایران کے مجوسی اور روم کے عیسائی اسی طرح زیادہ ظلم پر کمربستہ ہوتے اور اپنی تمام خونخواریوں کے ساتھ مسلمانوں کے سامنے ، اُن مسلمانوں کے سامنے جو اپنے دل و دماغ کا ہر گوشہ مسافر اور غریب کی خدمت اور یتیم و مظلوم کی حمایت کے درد بے پناہ سے زخمی کر چکے تھے آ کھڑے ہوتے اور انہیں اس جرم پر گھروں سے نکالا گیا ۔ کہ ان کا دل خوف خدا سے کیوں گداز ہے ؟ انہیں اس گناہ پر املاک و اموال سے محروم کر دیا گیا ۔ وہ انسان کی گمراہی اور بدقسمتی پر کیوں آنسو بہاتے ہیں ؟ ان کے جسموں کو لوہے کی زنجیروں سے جکڑا گیا اور قید خانے کے گوشوں میں ڈال دیا گیا ۔ ان کا جرم یہ تھا کہ وہ انسانیت کی آزادی اور حق و صداقت کی سرفرازی کے طالب تھے ۔ لیکن ان تمام دردناک سختیوں کے باوجود بھی جب مسلمانوں نے توحید و رسالت اور اخوت و مساوات کی راہ نہ چھوڑی ان کا شفیق اور دردمند دل اپنے ابنائے وطن کی مصیبت پر برابر لوٹتا اور زخمی ہوتا رہا ۔ اور ان کی رحمت پرور زبانیں سختی کرنے والوں کے حق میں اللہ کی رحمت و مغفرت کا دروازہ کھٹکھٹانے سے باز نہ آئیں تو کفار اور بھی زیادہ برہم ہوتے ۔ اور انہوں نے اسلام کے صرف ایک اصول اور قرآن کی صرف ایک آیت کو نہیں بلکہ پورے اسلام اور پورے قرآن کو نیست و نابود کرنے کا ارادہ کر لیا ۔ انہوں نے اپنی جانبازی اور شجاعت کو سچائی کے مٹانے کی خاطر ایک مرکز پر جمع کیا ۔ اور تلواریں ہاتھ میں لے کر خونخوار درندوں کی طرح اپنے اور اس دنیا کے ہمدردوں اور خدمت گزاروں کو تباہ کرنے کے لئے مدینہ منورہ پر چل پڑے اور ایک فسادِ عظیم برپا کر دیا ۔

فریضہ حفاظت اسلام

اس وقت سورۂ حج کی وہ آیات نازل

ہوئیں جن کا حوالہ اوپر گذر چکا ہے۔ ان آیات کے نزول کے ساتھ ہی مسلمانوں پر ابتلاء و امتحان کا دروازہ کھول دیا گیا۔ مسلمانوں کو نمازیں پڑھتے، قرآن سنتے، تلاوتیں کرتے اور اللہ اور اس کے مقدس رسول کی محبت و اطاعت کا دم بھرتے تیرہ سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا تھا اب ان عقیدوں اور عملوں، تلاوتوں اور نمازوں دعووں اور محبتوں کے امتحان کا وقت آگیا۔

جن روحوں کو اللہ کی رضا کے لئے پاک کیا گیا تھا۔ اب وقت آگیا کہ انہیں اُس کی بارگاہ عالی میں پیش ہونے کا موقع دیا جائے۔ جس طرح ایک دھوبی کپڑے کو بھگوتا ہے، سجی کھار ڈالتا ہے، بھٹی پر چڑھاتا اور پتھروں پر جھٹکتا ہے تاکہ اُسے اُجلا اور صاف کر کے مالک کے حوالے کر دے۔ اسی طرح اللہ تعالے کے اس پاک بندے نے جو کائنات عالم کی شخصی، قومی اور ملکی روحوں کو گناہوں کی میل اور غرض مندیوں کے کھوٹ سے پاک کر دینے کے لئے مبعوث ہوا تھا۔ اپنے غلاموں کو جو نمازیں پڑھائیں، قرآن کا درس دیا، روزے رکھوائے اور پس ماندہ جماعتوں کی پامالی اور حق تلفی پر قطرۂ شبنم کی طرح رونا اور نور سحر کی طرح جاگ کر بیدار ہونا سکھایا۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ ان میں ماسوا سے کٹ کر اللہ کی رضا میں مر مٹنے اور فنا ہو جانے کی قوت اور قابلیت پیدا ہو جائے۔ مسلمان اس وقت تک فروعات کی مشق کرتے رہے تھے۔ اب جڑ سامنے آگئی۔ اسباب و وسائل کی زنجیریں کٹ گئیں۔ اور وہ اصل مقصد کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اعمال و اخلاق اور عقائد و فرائض اس کی چند ابتدائی منزلیں اور سیڑھیاں ہیں — نظروں کے سامنے آگیا۔ اب مسلمانوں کے سامنے اسلام کے کسی ایک رکن کی ادائیگی اور تنظیم کا سوال نہ تھا بلکہ نفس اسلام کی حفاظت کا سوال تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی سوال جس قدر زیادہ اہم اور پیچیدہ ہو اس کے حل کرنے کے لئے اسی قدر زیادہ محنت و جانفشانی اور صلاحیت و قابلیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ غور کرو گے تو معلوم ہوگا کہ مسئلہ نماز کا حل چند منٹوں کی فراغت ہے۔ روزہ کا حل ایک دن کا فاقہ ہے۔ تہجد کا حل شب بیداری کی ایک ساعت ہے اور زکوٰۃ کا حل مال کا چالیسواں حصہ ہے — فرائض و ارکان اسلام کے امتحان کی سختی صرف اسی قدر ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ لیکن اب حفاظت اسلام کے لئے امتحان ابتلاء کا جو نیا دروازہ کھولا گیا ہے۔ اس کے لئے فرصت کی صرف ایک ساعت اور فاقے کا ایک دن کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس ساری زندگی اور زندگی کے ہر سامان کو قربان کر دینے کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض و ارکان کی تفصیل پیش کی تو آخر میں فرمایا۔ "ذروۃ سنامہ الجہاد" یعنی اس اونٹ کے کوہان کا آخری سرا جہاد ہے۔

جب دنیا میں یہ اعلان ہو جاتے کہ احکام اسلام کی پیروی اور تبلیغ کی سزا موت ہے تو ہر مسلمان مرد اور عورت، آزاد اور غلام پر فرض ہے کہ وہ تلوار کو ہاتھ میں لے کر میدان میں نکل آئے اور اسلام کی حفاظت اور بقا کے لئے اپنی جان کو لڑا دے اور اس لڑائی کو اس وقت تک جاری رکھے۔ جب تک کہ مخالفین کی طرف سے اسلام اور روح اسلام کی آزادی اور سلامتی کا اعلان نہ ہو جائے۔

گروہ شہداء اور اس کا مرتبہ

قرآن نے ان لوگوں کے لئے جو دنیا میں اسلام کی سلامتی اور صلح و امن کے مقصد کو قائم کرنے کے لئے قربان ہوں "شہید" کا خطاب تجویز کیا ہے۔ شہید کے معنی ہیں "دیکھنے والا"۔ چونکہ بہترین گواہ کی تعریف یہ ہے کہ اس نے واقعہ کی سچائی کو دیکھا ہو۔ اس لئے اس شخص کو بھی شاہد کہتے ہیں جو کسی واقعہ کو ثابت کرنے کے لئے اپنے علم کو گواہی کے طور پر پیش کرے۔

لیکن جب باطل پرستی کی طرف سے احکام اسلام کی تعمیل و تبلیغ کے حرام ہونے کا اعلان ہو جاتے تو اس وقت بھی ایسے گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے جو اسلام کی عزت اور زندگی کے حق کو ثابت کر سکیں۔ معمولی اور کمزور واقعات کے لئے سرسری اور کمزور شہادتیں قبول کی جا سکتی ہیں — لیکن ازلی اور ابدی صداقتوں کو ثابت کرنے کے لئے وہی گواہ قابل قبول ہو سکتے ہیں جن کی سچائی اور راستبازی کا دامن زوال و فنا کے ہر شائبے سے پاک ہو۔ موجودہ زمانے کی عدالتیں تمہارے سامنے ہیں اور تم جانتے ہو کہ واقعات کو ثابت کرنے کے لئے جس جس قسم کے گواہ، دلائل اور وثیقے پیش کئے جاتے ہیں ان کی ہستی اور قیمت کیا ہے؟ حاکم کی ایک جھڑک یا چند روپوں کی جھنکار۔ پھر اس قسم کی کرایہ دار گواہیوں اور فرضی دلیلوں سے جس دعوے کو ثابت کیا جائے گا اس کی زندگی اور قیمت ظاہر ہے

لیکن جب آسمانی اصولوں کی سچائی کے لئے قیمت اور دلیل طلب کی جائے۔ جب کتاب اللہ کی عزت اور زندگی کو جھٹلایا جائے۔ جب نبی آخر الزماں کے شرف و اعتبار کی بحث درپیش ہو اور چند مٹی کے پتلوں کی سرکشی اور نافرمانی، خالق ارض و سما کے حق معبودیت و فرمانروائی سے انکار کر دے تو اندازہ کرو کہ اس وقت کیسی غیر فانی دلیلوں، کیسے مضبوط اور اٹل وثیقوں اور کیسے عظیم الشان اور جلیل القدر گواہوں کی ضرورت ہوگی۔؟ ہاں وہ مبارک عظیم الشان جماعت جو آسمان اور زمین کی اس آخری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے گواہ کے طور پر اپنے آپ کو پیش کرتی ہے اور صرف الفاظ و خیال کی مضبوطی اور مال و اولاد کے ایثار سے نہیں بلکہ اپنی پوری زندگی کی ساری محبتیں اور سامان قربان کر کے اپنی صادقانہ اور فداکارانہ اعمال کو صداقت اسلام و قرآن کی ایک غیر فانی برہان اور ایک لازوال شہادت بنا دیتی ہے، شہداء کی جماعت ہے۔

فطرت کی ابدی صداقت اور اللہ تعالیٰ کی دائمی سنت کا نام اسلام ہے۔ پھر اس شخص سے زیادہ ابدی اور جاودانی زندگی کا مالک کون ہو سکتا ہے جس کی زندگی اللہ تعالیٰ کی دائمی و ابدی صداقتوں کو زندہ رکھنے میں صرف ہو، یہی وجہ تھی کہ قرآن نے فتوےٰ دیا۔ لَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ط بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۝

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں مگر تم نہیں جانتے۔

ایک شخص وہ ہے جو نیکی اور ایمانداری کے کاموں پر عمل کرنے کی خاطر زندہ رہتا ہے اور دوسرا وہ ہے جو اس وقت جبکہ کفر و باطل کی جفاکاریاں، نیکی اور ایمان کے وجود ہی کو ملیامیٹ کر رہی ہوتی ہیں۔ اپنے خون کی قوت سے کفر و باطل کو مٹاتا اور نیکی اور ایمان کو زندہ رکھتا ہے تاکہ موجودہ اور آئندہ زمانہ کی راست کیش روحیں کفر و باطل کی رخنہ اندازی کے بغیر شاہراہ صدق و ایمان پر قدم بڑھاتی رہیں۔ بتاؤ۔ دونوں میں کس کا عمل زیادہ مقبول اور پائدار ہے؟ اس کا عمل جس نے صرف اپنے ہی کام و دہان کی تواضع کے لئے عمل صالح کا دسترخوان بچھایا یا اس کا جس نے اپنی ذات پر نوع انسان کے مفاد کو ترجیح دی۔ اور نیکی کو زندہ رکھنے

جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری

زُکرہ فی الاُمم

(قسط اوّل)

مملکت پاکستان میں لاہور میں ہزاروں آدمی مختلف راستوں سے روزانہ آتے جاتے رہتے ہیں۔ لیکن نہ کسی کے آنے کی کسی کو خبر ہوتی ہے اور نہ کسی کے جانے کی لیکن سعودی عرب کے شاہ اَدَامَ اللّٰہُ مُعِزَّتَہٗ جب مملکت پاکستان میں تشریف فرما ہوتے تو ان کے تشریف لانے سے کافی عرصہ پہلے پاکستان کے رہنے والوں کو ان کے آنے کی خبر پہنچ گئی اور مختلف ذرائع سے ان کی آمد آمد کا چرچا اور اعلانات ہوتے رہے۔ یہ اس لئے کہ آنے والے کی شخصیت ایک ممتاز شخصیت تھی۔

اسی طرح دنیا بھر میں روزانہ ہزاروں بچے پیدا ہوتے ہیں لیکن کسی کی ولادت کا دوسرے محلہ والوں کو بھی علم نہیں ہوتا۔ لیکن شاہ ایران کے ہاں جب شہزادہ کی ولادت ہوئی تو دنیا بھر میں اخبارات' ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ سے ان کی ولادت کا چرچا ہوا۔

فخرِ موجوداتؐ کی ولادت باسعادت

کرۂ ارضی پر مخلوق میں سے سب سے افضل اور اعلیٰ مرتبہ قرآن کریم کے فیصلہ کے مطابق نسل آدمؑ کو بخشا گیا۔ حضرت آدمؑ منصب رسالتؑ پر فائز ہوتے تو ان کی نسل میں سلسلۂ نبوت جاری کیا گیا۔

انبیاء کرام کی اس مقدس جماعت میں سب سے اعلیٰ اور بالا مقام فرزند حضرت آمنہؓ کو بخشا گیا۔ چونکہ وہ ساری کائنات میں سب سے افضل تھے۔ اس لئے ان کی تشریف آوری کے متعلق اولوالعزم پیغمبروں کے ذریعہ من جانب اللہ اعلانات کرائے گئے غرض ان کی ولادت سے کئی ہزار برس پہلے زبردست اعلانات ہوتے رہے۔ ہر زمانہ میں ہر کونے میں ان کے جلوہ نما ہونے کی روح افزا بشارتیں پہنچتی رہیں۔ اسی سلسلہ میں چند ایک پیشین گوئیاں نقل کی جاتی ہیں:۔

شہادت ۱ "صوبہ یمن کے قبیلہ ازد کے شیخ کی شہادت:۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صوبہ یمن میں کپڑے کی تجارت فرمایا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے بغداد کے قبیلہ کے بہت بڑے شیخ سے ملاقات کی۔ اس وقت ان کی عمر تین سو نوے ۳۹۰ برس کی تھی اور وہ اپنے زمانہ میں بہت بلند پایہ عالم تسلیم کئے جاتے تھے۔ میری ان سے بات چیت ہوئی:۔

شیخ ازدی: میرا خیال ہے آپ حرم مکہ کے رہنے والے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ: جی ہاں!

شیخ ازدی: میرا خیال ہے کہ آپ قبیلہ بنی تمیم سے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ: جی ہاں! میں قبیلہ بنو تمیم سے ہوں اور میرا نام عبداللہ بن عثمان ہے

شیخ: بس اب میں نے آپ سے صرف ایک بات پوچھنی ہے۔

حضرت ابوبکرؓ: جی ہاں، خوشی سے، ارشاد فرمایئے۔ کیا ارشاد ہے؟

شیخ: آپ اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھائیں۔ میں کچھ دیکھنا چاہتا ہوں۔

حضرت ابوبکرؓ: میں حکم کی تعمیل سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آخر آپ کا مقصد کیا ہے؟

شیخ: میرا علم نہایت وسیع، ملاوٹ اور ریا سے بالکل صاف اور میرے علم کا ذخیرہ نہایت ہی سچا ہے۔ اس صحیح علم کی روشنی میں مجھے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ حرم مکہ میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے اور ایک کہل (ادھیڑ عمر کا انسان) اس کا مددگار ہوگا۔ ادھیڑ عمر والے انسان کی سب علامتیں آپ کے اندر موجود ہیں۔ صرف ایک علامت مجھے دیکھنی ہے۔ وہ علامت یہ ہے کہ ان کے پیٹ پر ناف کے اوپر سیاہ تل ہوگا اور ان کی بائیں ران پر بھی ایک نشان ہوگا۔ آپ کا کوئی حرج نہیں آپ مجھے ران اور پیٹ دکھلا دیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے کرتہ اٹھایا۔ شیخ نے آپ کی ناف کے اوپر تل دیکھ کر فرمایا۔ ربّ کعبہ کی قسم، کہ آپ ہی اس آخری مقدس رسولؐ کے معاون ہیں۔ اور میں آپ کو ایک نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اللہ کا خوف کرنا، راہ حق پر نہایت ہی ثابت قدم رہنا۔ صراط مستقیم سے رائی برابر بھی کنارہ نہ کرنا۔

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے یمن میں اپنا کام کاج مکمل کیا اور شیخ سے الوداعی ملاقات کی۔ شیخ نے مجھے فرمایا کہ میرا یہ پیغام سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پہنچا دینا۔

شیخ کا پیغام

میری عمر تین سو نوے برس تک پہنچ چکی ہے۔ اور میرا جسم کمزور ہوتا جا رہا ہے اس لمبی عمر میں بہت سے عبرت آموز واقعات دیکھے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ سے ہمیشہ دعا کرتا رہا ہوں کہ مجھے نبیٔ آخرالزمان کی نبوت سے مستفیض ہونا نصیب ہو جائے۔۔۔ سو الحمدللہ کہ مجھے وہ بابرکت زمانہ نصیب ہوا میں اگرچہ ان سے دور ہوں۔ لیکن میں ان کی ختم رسالت اور دعوت حقہ کو دل سے قبول کر چکا ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں شیخ کی نصیحت اور پیغام لے کر مکہ مکرمہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دین حقہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ میرے پاس عقبہ بن ابی معیط اور شیبہ بن ربیعہ اور ابوجہل اور قریش کے دوسرے رؤسا پہنچے۔ رسمی ملاقات کے بعد میں نے ان سے پوچھا کہ میرے بعد کوئی نیا واقع یا کوئی نئی تحریک سامنے آئی ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ آپ کے بعد ہم پر بہت بڑی زبردست مصیبت پڑی ہے۔ ابوطالب کے یتیم کا کہنا ہے کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔ اور تفصیل کے ساتھ ان کی دعوت کا ذکر کیا۔

رؤسا قریش نے یہ بھی کہا کہ شہر کے رؤسا میں چونکہ آپ کا مقام بہت بلند ہے اس لئے ہم سب آپ کی آمد کے ہی منتظر تھے۔ پس آپ کا پہنچ جانا ہی ہمارا بہت بڑا مقصد اور اصلاح کی بہت بڑی ضمانت ہے

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں تو واپس کر دیا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جستجو میں چل نکلا۔ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت سیدہ خدیجہ طاہرہؓ کے گھر تشریف فرما ہیں۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا

محمد شفیع عمر الدین (حیدرآباد)

اوامر و نواہی پر عمل کرنا اوّلین فرض ہے

اللہ تعالٰے کا یہ حکم ہر لحظہ ہمارے پیشِ نظر رہنا چاہیئے:۔

وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج (الحشر۔ آیت ۷)

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسولؐ دے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔

لہٰذا ہر کلمہ گو کا اوّلین فرض ہے کہ اس حکم پر سختی کے ساتھ کاربند رہے۔ اور اوامرُ نواہی کے بارے میں نفس کو سرِ مُو برابر بھی ڈھیل نہ دے۔ جن اوامر کا قرآن کریم اور اس کی عملی شرح حدیث شریف میں ذکر ہے انہیں بجالاتے رہنا چاہیئے اور جن چیزوں سے ہمیں روکا گیا ہے ان سے رُکے رہنا چاہیئے۔

اوامر و نواہی کی بجا آوری میں کسی حیل و حجت اور چون و چرا کی بالکل گنجائش نہیں۔

یہ حقیقت بالکل عیاں ہے کہ اوامر و نواہی سراسر ہماری فلاح و بہبود کے لئے ہیں۔ کیونکہ اوامر میں بھلی باتیں مذکور ہیں۔ اور نواہی میں بُری، گندی اور معصیت کی باتوں سے روکا گیا ہے۔ اب ہماری دارین کی بھلائی کا راز اس حقیقت میں مضمر ہے کہ اس چند روزہ عارضی زندگی کے ہر شعبہ میں ہم اوامر و نواہی کی حدود کے اندر رہیں۔

ہماری عبرت اور بصیرت کے لئے حدیث شریف میں اس شخص کا واقعہ موجود ہے جسے سرکارِ دو عالم فخرِ موجودات شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھ کر اسے خورد و نوش کے ایک ادب سے آگاہ فرمایا کہ کھانا دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیئے یہ اُس شخص کی انتہائی بدقسمتی تھی کہ اس نے آپؐ کے اس حکم کی تعمیل میں کوتاہی کی۔ اور ازراہِ تکبر یہ جواب دیا کہ میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ "تو نہ کھا سکے گا" پھر کیا ہوا؟ وہ شخص ساری عمر دایاں ہاتھ منہ کے قریب نہ لا سکا۔ (ریاض الصالحین)

آج کل جو حضرات دیکھا دیکھی بائیں ہاتھ سے کھاتے پیتے ہیں انہیں اس بُرے فعل سے توبہ کرنی چاہیئے۔ اسی طرح زندگی کی ہر تگ و دو میں اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ ہر کام سنت کے مطابق کیا جائے اور جو کام سنت کے مطابق نہ ہو اس سے کنارہ کیا جائے۔

آج کل دانستہ یا نادانستہ طور پر ہم نے بہت سارے سنت طریقوں اور اطوار کو ترک کر رکھا ہے حالانکہ احیاءِ سنت ایک عظیم الشان کام ہے اور بہت بڑے ثواب کا حامل ہے۔ مردہ سنت جس پر لوگوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا ہو اسے اپنے عمل سے زندہ کر کے مخبرِ صادقؐ کی بشارت کے مطابق ہمیں اللہ تعالیٰ سے سو شہیدوں کے ثواب کی تمنا رکھنی چاہیئے۔

ہمارے اسلاف حضرات صحابہ کرامؓ جو ستاروں کی مانند ہیں اور جن کی مبارک زندگیاں ہمارے لئے مشعلِ راہ و ہدایت ہیں ہمارے لئے بہترین نمونہ ہیں۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط (المجادلہ۔ آیت ۱۳)

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔

ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔

ان حضرات کا سب سے بڑا سرمایہ یہی تھا کہ قال اللہ و قال الرسول پر چل کر اللہ تعالٰے کی خوشنودی کا تمغہ حاصل کریں اس لئے یہ حضرات زندگی کے ہر شعبہ میں آپؐ کے فرمان کے تابع تھے۔

مثال کے طور پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حالات پر غور فرمائیں آپ سنتِ رسولؐ کے عاشق تھے۔ ہر معاملہ میں سنت کی پابندی آپ کا نصب العین تھا۔ مدینہ منورہ سے جب آپ حج کے لئے مکہ شریف کی طرف تشریف لے جاتے تو اسی راستہ سے یہ سفر طے کرتے جس راستہ سے سرکارِ دو عالمؐ نے سفر فرمایا تھا۔ آپ ان مقامات پر ٹھہرنا اپنی سعادت سمجھتے جن مقامات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا جن مقامات پر سرکارِ دو عالمؐ نے طہارت فرمائی تھی حضرت ابن عمرؓ بھی ان مقامات پر طہارت فرماتے۔ جب ہمیشہ چپل استعمال کرنے پر آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ چپل کیوں استعمال فرماتے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چپل پہنا کرتے تھے۔ (مہاجرین)

یہ واقعہ ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ ہمیں نہ صرف عبادات بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اسوۂ حسنہ کے منور دستور العمل پر چلنا چاہیئے کوئی نادان اگر پوچھ بیٹھے کہ یہ کیوں؟ تو ہمیں فخر سے حضرت ابن عمرؓ کی طرح کہنا چاہیئے کہ ہمارے رسول کریمؐ یوں کرتے تھے ہم آپؐ کی عملاً پیروی کرتے ہیں۔

حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی نے ہمیں ہماری بے حسی کا نہایت ہی موزوں الفاظ میں احساس دلایا ہے آپ فرماتے ہیں۔

"ہمارے اسلاف تو سننِ عادیہ اور مستحباب تک کے ترک کو اپنے لئے سامانِ موت و ہلاکت خیال کرتے تھے مگر آج فرائض و واجبات بھی قضا ہو جائیں تو مسلمانوں کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی اور نہ انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے"

(خطبہ جمعہ ۱۱ر دسمبر ۱۹۶۴ء)

نیز حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی تعریف سننا گوارا نہیں کرتے تھے۔ ایک شخص نے آپ کی تعریف کی۔ آپ نے حدیث کے اس حکم کو کہ "تعریف کرنے والوں کے مونہوں میں خاک جھونکو" کی پیروی عملی طور پر کر کے دکھلائی اور تعریف کرنے والے کے منہ میں مٹی ڈال دی۔ (مہاجرین)

بے جا تعریف اور خوشامدانہ باتیں

کون نہیں جانتا کہ زہر آلودہ تیر ہیں۔ ان کا سننے والا گھمنڈ میں آ کر اپنا نقصان کر بیٹھتا ہے تعریف اور خوشامدانہ باتوں میں جھوٹ اور بناوٹ کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ مشارق الانوار میں حدیث کی شرح یوں ہے:۔

"یعنی مدح اور تعریف اکثر مبالغہ اور جھوٹ سے خالی نہیں ہوتی۔ تو ان (تعریف کرنے والوں) کو کچھ نہ دو۔ تاکہ دوبارہ جھوٹ بولنے کا قصد نہ کریں۔ اور تاکہ تم اپنی مدح سن کر مغرور نہ ہو۔

اگر کوئی کہے کہ حضرتؐ نے اپنے مدّاحوں کو انعام دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرتؐ کی جو مدح تھی وہ سب سچ تھی۔

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درس قرآن

قسط نمبر (۲د)

مُرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

میرے دوستو اور بزرگو! اللہ تعالےٰ دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ یہ بات کبھی چل بھی نہیں سکتی، کبھی بھی نہیں کامیاب ہو سکتی۔ لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ط اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ باطل قرآن مجید کے نہ آگے آ سکتا ہے۔ نہ پیچھے آسکتا ہے۔ باطل ابھرے گا۔ لیکن کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ ابھرے گا۔ کچھ زمانہ ذہنوں کو پریشان کرے گا۔ کچھ بدبختوں کو جہنم کی طرف لے جائے گا۔ لیکن کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ آج سے تین چار سال پہلے ٹیونس میں بھی یہ فکر پیدا ہوا وہاں پر ایک پروفیسر محمد نجیب تھے یا پتہ نہیں کیا نام تھا: ان کا۔ ان کو بڑی قبولیت حاصل ہوئی۔ بڑی کتابیں وغیرہ لکھیں انہوں نے فتویٰ دیا۔ کہ جو لوگ کانوں میں کام کرتے ہیں وہ کھو جا کر دیں جو لوگ فلاں جگہ کام کرتے ہیں وہ بھی کھو جا کر دیں۔ لیکن اس کا ردِ عمل کیا ہوا ہیں نے ایک امریکی رسالے کے حوالے پڑھا تھا کہ رمضان المبارک کے مہینے میں ایک امریکی رسالے کا ایڈیٹر وہاں پر آیا، دیکھنے کے لئے کہ نجیب کے اس فلسفے کا عوام پر کیا اثر ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب یہ چیز کچھ تھوڑی بہت نیم سرکاری طور پر نافذ کر دی گئی۔ تو اس کا ردِ عمل عوام پر یہ ہوا کہ لوگوں نے پہلے سے زیادہ روزے رکھے۔ پہلے سے زیادہ مسجدیں آباد ہوئیں۔ چنانچہ طیونس سے دوسرے سال اس حکم کو واپس لیا گیا۔ تو اللہ تعالےٰ کا حکم جو ہے۔ وہ نافذ ہو گا۔ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط رب العالمین کی بات کو کوئی نہیں روک سکتا۔ وہ نافذ ہو گی، وہ نہیں ٹل سکتی اس لئے کہ جو وفا شعار ہیں۔ وہ خوش نصیب ہیں۔ وہ تو اللہ کی بات کو مان لیتے ہیں۔ اور جو گنہگار ہیں، بدنصیب ہیں وہ اللہ کی بات میں روڑے اٹکاتے رہتے ہیں اللہ تعالےٰ سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔

فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا۔ (پس جو کوئی نیکی کرے گا خوشی کے ساتھ) فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ۔ (پس یہ بات اس کے لئے بہتر ہے) تطوع طوع سے مشتق ہے۔ طوع کا معنیٰ اطاعت جو کوئی اطاعت کے ساتھ دل کی خوشی کے ساتھ، دل کے اطمینان کے ساتھ کسی بھی نیکی کو کرے گا اور یہ روزہ بھی تو ایک نیکی ہے۔ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ پس یہ بات اس کے لئے بہت ہی بہتر ہے۔ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ اور یہ بات کہ تم روزہ رکھو یہ ضروری ہے تمہارے لئے اگر تم اس کو جانتے ہو "خیر" کا معنی پنجابی کی "خیر" نہیں ہے۔ "رکھے تاں بھی خیر اے نہ رکھے تاں بھی خیر اے۔ روزہ رکھ لو جب بھی خیر ہے) یہ سمجھتے ہیں کہ پنجابی میں خدا خیر بول رہا ہے۔ خیر تو مقابل ہے "شر" کا۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ؕ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ؕ قرآن دیکھو، قرآن میں "خیر" "شر" کا مقابل ہے "خیر" پنجابی والا محاورہ نہیں ہے۔ میرے بزرگو اور دوستو قرآن مجید نے "خیر کو شر" کا مقابل فرمایا عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ قرآن میں جہاں "خیر" آتا ہے۔ وہ "شر" کا مقابل ہے۔ تو یہاں بھی فرمایا وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ۔ روزے رکھنے تمہارے لئے ضروری ہیں۔ "خیر" کا مطلب یہ نہیں ہے۔ کہ پنجابی "خیر" ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ اگر تم اس بات کو جانتے ہو تو یہ ضروری ہے تمہارے لئے۔

اب وہ روزے کیسے رکھے؟ جون جولائی میں رکھے یا کب! اللہ نے اتنا واضح حکم فرما دیا اور ہمارے یہ بعض دوست اندھے ہو رہے ہیں۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ۔ تصریح کر دی روزے کب رکھو! شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ شہر کہتے ہیں مہینے کو۔ یہ مہینے کی بھی مرمت کر رہے ہیں۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ وہ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ اور قرآن کیا ہے۔ هُدًى لِّلنَّاسِ ط ہدایت ہے لوگوں کے لئے وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى اور ہدایت کی روشن روشن دلیلیں ہیں —— وَالْفُرْقَانِ اور یہ قرآن حق اور باطل میں فرق کرنے والا ہے۔ بڑی مزیدار آیتیں ہیں۔ کس کس پر انسان عرض کرے۔ رمضان کا مہینہ بڑی برکتوں کا مہینہ ہے۔ تمہارا اسلام اسی میں تو تم کو دیا گیا۔ تمہیں اس کی قدر کرنی چاہیئے قرآن جو تمہیں دیا گیا۔ تو رمضان میں دیا گیا۔ اس اس کے متعلق بعض علماءِ تفسیر نے لکھا ہے کہ رمضان المبارک میں قرآن مجید کے نزول کی ابتدا ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے غارِ حرا میں تشریف فرما تھے کہ حضور پر قرآن نازل ہوا رمضان المبارک میں اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝ ہم نے قرآن کو نازل کیا سارے قرآن کا، لوحِ محفوظ سے قدر کی رات میں اور وہ قدر کی رات کس میں ہے۔ رمضان المبارک میں، پہلے آسمان پر۔ اور پھر پہلے آسمان سے قرآن اترتا رہا۔ نجماً نجماً وقفاً وقفاً، تھوڑا تھوڑا تیئیس ۲۳ سال میں پورا اترا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے قلبِ منور پر تو اس لئے یہاں پر کیا ترجمہ ہو گا۔ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ط جس میں قرآن کے نزول کی ابتدا ہوئی یا جس میں قرآن مجید اتارا گیا لوحِ محفوظ سے پہلے آسمان پر۔ اور قرآن کیا ہے۔؟ هُدًى لِّلنَّاسِ یہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى اور ہدایت کی بالکل روشن دلیلیں۔ یعنی رمضان میں تم کچھ گڑبڑ نہ کرو میں نے مسئلہ سمجھا دیا ہے۔ روشن مسئلہ ہے۔ اس میں اجمال اور اخفا نہیں کہ تم اپنی طرف سے دم چھلے لگاتے پھرو —— وَالْفُرْقَانِ اور قرآن مجید کیا ہے۔ یہ حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی کتاب ہے جس نے قرآن مجید پر عمل کیا وہ اللہ تعالیٰ کو ماننے والا۔ جس نے قرآن مجید سے منہ موڑا وہ سمجھ لیجئے کہ خداوند تعالےٰ کا نافرمان ہے

اس لئے تم کیا کرو؟ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ پس جو کوئی پالے تم میں سے اس مہینے کو فَلْیَصُمْهُ پس چاہیئے کہ وہ پورا مہینہ روزے رکھے اور کیا ہو؟ کتنا واضح لفظ ہے۔ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اور جو کوئی تم میں سے بیمار ہو اس مہینے میں اَوْ عَلٰى سَفَرٍ یا سفر پر ہو۔ اس مہینے میں فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ط پس اتنی ہی تعداد پوری کرلے اور دنوں سے آگے چل کر فرمایا کہ آسانی میں نے خود کر دی۔ گنتی تم پوری کرو یہی آسانی ہے۔ اگر رمضان المبارک آگیا۔ جون جولائی میں، تم بیمار تھے یا مسافر تھے۔ یا کوئی اور شرعی عذر تھا تو اب تم اگر قضا کرنا چاہو ان جون جولائی کے روزوں کی دسمبر اور جنوری کے مہینے میں تو جائز ہے۔

مِنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یعنی اتنے گھنٹے پورے نہیں کرنے کہ جولائی میں دن ہوتا ہے تیرہ گھنٹے کا اور جنوری میں دن ہوتا ہے گیارہ یا دس گھنٹے کا لہٰذا یہ دو تین گھنٹے کا فرق پڑ جائیگا فرمایا نہیں یہ تو میں معاف کر دوں گا۔ اور اسی کا نام آسانی ہے۔

یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ اللہ چاہتے ہیں تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا اور نہیں چاہتے اللہ تعالےٰ تم کو تنگ کرنا۔ تو اب اگر میرے دوستو یہ بات مان لی جائے کہ روزہ رکھنے میں تنگی ہے۔ لہٰذا دو چار آدمیوں کو روٹی کھلا دو تو نعوذ باللہ خداوند تعالےٰ نے جو بات بیان فرمائی تھی۔ لَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ روزے کا حکم دے کر میں نے تم پر کوئی تنگی نہیں کی ہے)۔ اور یہ کہتا ہے تنگی ہو گئی ہے، تو اللہ پر اعتراض ہوا یا نہ ہوا یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ اللہ نے تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کیا ہے کہ تمہارے لئے رخصت دے دی کہ جب تم بیمار ہو یا تم سفر پر ہو یا کوئی اور عذر شرعی تم کو لاحق ہو تو تم ان روزوں کی قضا دوسرے دنوں میں کر سکتے ہو۔ خواہ وہ دن لمبے ہوں یا وہ دن چھوٹے ہوں یہی تمہاری رخصت کی وجہ ہے۔ اور اس ایک سال میں بھی نہیں جب تم موت سے پہلے پہلے قضا کر سکتے ہو۔

وَلِتُکۡمِلُوا الۡعِدَّۃَ اور تمہیں چاہیے کہ تم گنتی کو پورا کرو۔ تیس روزے رکھو انتیس روزے رکھو۔ چاند کی گنتی کو یا تم قضا کرو جتنے روزے تم نے کھائے تھے۔ وہ قضا کرو۔ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ہَدٰىکُمۡ اور اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اللہ نے تم کو ہدایت دی۔ تم تو خوشی مناؤ تکبیریں پڑھو، تراویحیں پڑھو، قرآن کا ذکر کرو، دن میں قرآن کی تلاوت کرو تاکہ پتہ چلے کہ تم مسلمان ہونے پر خوش ہو وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ہَدٰىکُمۡ اور تم بڑائی بیان کرو۔ کس بات پر کہ اللہ نے تم کو ہدایت دی کہ مسلمان بنایا نہ کہ تم ناراض ہو جاؤ۔ تمہارے پیٹ میں مروڑ پڑنے شروع ہو جائیں تو پھر یہ تو بات نہیں بنتی اور میرا خیال ہے۔ تکبیر کا جو حکم ہے۔ میرے دوستو دو ایک باتوں میں ہے۔ یہاں پر ارشاد فرمایا وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ہَدٰىکُمۡ اور حج کے متعلق بھی فرمایا کہ جب تم حج سے فارغ ہو جاؤ تو تم اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ کیونکہ حج میں بھی مشقت ہے۔ یہاں سے دو تین ہزار روپے خرچ کرتے ہیں۔ گاڑیوں کی تکلیفیں، پہلے یہاں جاتے ہیں۔ فارم پر کرتے ہیں، دفتروں کی خاک چھانتے ہیں بھائی عثمان غنی صاحب کو تو پورا تجربہ ہو گیا ہے یہاں سے چلتے ہیں۔ کہاں کہاں پھرتے پھرتے تختوں پر لیٹے زمینوں پر لیٹتے ہیں بڑی مصیبت، تکلیف اٹھائی

مکہ مکرمہ پہنچے وہاں گلیوں میں بیٹھے، آب و ہوا مخالف ہو گئی۔ کہیں پیچش ہے کہیں قبض ہے۔ کہیں سر درد ہے۔ اتنی تکلیفوں کے بعد آخر عید کا دن آیا تو تم نے سر منڈا دیا۔ تو دیکھنا مت کہنا کہ شکر ہے کہ چھوٹ گئے غم سے، ایسا مت کہنا، لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ہَدٰىکُمۡ مردوں کی طرح میدان میں آکر یہ کہو اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُمَّ لَبَّیۡکَ لَا شَرِیۡکَ لَکَ لَبَّیۡکَ ؕ

جوانمردوں کی طرح اظہار کرو کہ اے اللہ تو نے مجھ پر اپنا فضل کیا اور تو نے مجھ کو مسلمان بنایا بجائے مجھے لندن کے بیت اللہ شریف میں لے آیا۔ اے اللہ مجھ جیسے گنہگار کو تو نے یہ دولت عطا کی۔ وہاں بھی اللہ کی تکبیر بیان کرو تکلیف کے بعد۔ اور فرمایا یہاں بھی روزے رکھنے کے بعد میری بڑائی بیان کر۔ پتہ چلے تو میری عبادت سے خوش ہو گیا ہے۔ کہ اللہ نے مجھے نوازا ہے۔ ورنہ مجھ جیسا انسان۔ میرے بھائیو، دوستو! جس کو خدا قریب نہ چھوڑے اس کو کوئی قریب کر نہیں سکتا اللہ کا قرب اِنِّیۡ قَرِیۡبٌ میں تمہارے بڑے قریب ہوں تم کو میں نے قریب کر لیا۔ تم نے روزہ رکھا تم میرے قریب ہو گئے۔ تمہارے منہ میں جو بدبو تھی اسے میں نے کستوری سے بہتر قرار دے دیا اور تم نے میرے لئے روزہ رکھا تو میں ہی اس کی تمہیں جزا دوں گا۔ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ہَدٰىکُمۡ۔ تم خدا کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی اور اس تکبیر سے مراد بعض علماء نے نماز عید بھی لی ہے کہ جب تم عید کی نماز کے لئے جاؤ تو پھر خدا کی بڑائی بیان کرو اچھے کپڑے پہن کر جاؤ اس لئے عید کی نماز میں چھ تکبیریں زائد ہیں مع چھ تکبیروں کے امام صاحب نماز عید کی نیت بتاتے ہیں کیونکہ یہ جتنے ہوتے ہیں عید کی نماز پڑھنے والے، ان بیچاروں کو تو نماز آتی نہیں۔ ہمارے بعض دوست کہتے ہیں کہ نماز کی تین قسمیں ہیں۔ ایک ہوتی ہے کاٹھ کی ایک ہوتی ہے آٹھ کی اور ایک ہوتی ہے تین سو ساٹھ کی۔ کاٹھ کی پکی نماز

پنج وقتی نماز پڑھنے والا، نماز با جماعت۔ وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ کا عامل، اللہ کا محبوب اللہ کا عاشق، (اللہ مجھے اور آپ کو توفیق عطا فرمائے یہ تو ہے کاٹھ کا نمازی اور ایک ہوتا ہے۔ آٹھ کا۔ جمعے کے دن غسل کر لیا، بالوں کو ٹھیک کیا۔ حجامت وغیرہ بنا لی اور بیٹھے جناب کار میں جمعہ جا کر پڑھ لیا تاکہ پتہ چلے کہ صاحب بھی نماز پڑھتا ہے۔ ووٹوں کا وقت آئے تو ووٹ اس کو بھی دے دیں کہ یہ بھی مسلمانوں کا "نگہبان" ہے۔ یہ ہے نماز آٹھ کی ۔۔۔ اور ایک ہوتی ہے۔ تین سو ساٹھ کی۔ وہ تین سو ساٹھ کی کیا ہوتی ہے۔ کہ آج چونکہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے۔ اپنے آپ تو اس کو پتہ نہیں روزہ رکھے تو پتہ ہو، مجھے ایک دوست نے حقیقتاً بتایا کہ ہم عید کے دن ایک دوست کو ملنے کے لئے گئے تو وہاں جا کر ان کی بڑی تادیب وغیرہ کی وہ پہلے تو باہر نہ نکلے، باہر نکلے تو دیکھا اور پوچھا کہ کدھر آئے ہو؟ ہم نے کہا سلام کے لئے یہ سن کر اندر چلا گیا۔ یعنی اس کو یہ نہیں پتہ کہ میں بھی مسلمان ہوں میری بھی عید ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ عید کی نماز بھی نہیں پڑھی۔

تو عید کی نماز میں چھ تکبیریں واجب ہیں۔ اس لئے کہ عید کا دن ہے۔ اللہ کی بڑائی بیان کرو گے۔ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ہَدٰىکُمۡ اللہ کی تم بڑائی بیان کرو گے کہ اللہ نے تم کو ہدایت دی ہے۔ تم کو مسلمان کیا تم کو راستے پر چلا دیا، تم نے پورا مہینہ رمضان کا اللہ کی عبادت میں گزار دیا۔ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ۝ اور تاکہ تم خدا کا شکر ادا کرو۔ خوشی مناؤ کہ الحمد للہ تو نے ہمیں مسلمان بنایا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان بنایا، اسی ضمن میں دو تین باتیں اور بھی عرض کر دیتا ہوں۔ (مجھ سے تو خیر آپ سب ہی اچھے ہیں۔ اور نیک ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے بھی نیکی کی توفیق عطا فرمائے)۔ رمضان المبارک کو اپنی عبادت کے ساتھ معمور رکھنا چاہیئے۔ اس لئے کہ یہ اللہ کا بڑا مقدس مہینہ ہے۔ اس کا ایک ایک لمحہ میرے بھائی اتنا قیمتی ہے۔ کہ کاش کہ ہم دیکھ سکتے کہ ہم پر کتنی برکتیں نازل ہوتی ہیں بڑا بابرکت مہینہ ہے۔ شَھۡرٌ مُّبَارَکٌ بڑی برکت کا مہینہ ہے۔ تو اس میں جو دستور العمل ہے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا اس کا خلاصہ میں عرض کر دیتا ہوں رمضان المبارک میں جس طرح ہمارے پیٹ بند ہیں

کھانا پینا بند ہے۔ ہماری زبانیں بھی بند ہوں غیبت سے چغلی سے گالی سے۔ حضور فرماتے ہیں کہ اگر روزے دار کو کوئی گالی دے یا لڑنے کے لئے بھی آئے تو وہ لڑے نہیں اور گالی بھی دے۔ کیا کہے؟ فَلْيَقُلْ إِنِّيْ صَائِمٌ وہ کہہ دے کہ بھائی میرا تو روزہ ہے۔ میں آج تیرے ساتھ کیا لڑوں میرا تو روزہ ہے خصوصاً غیبت سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ امام احمد ابن حنبل تو فرماتے ہیں۔ کہ جو آدمی رمضان میں غیبت کرے گا۔ اس کا بالکل روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسے روٹی کھانے سے ٹوٹتا ہے۔

وہ قرآن کی آیت پیش کرتے ہیں أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ أَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ۔ قرآن میں آتا ہے۔ غیبت کرنے والا مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے تو گوشت کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ امام احمد تو فرماتے ہیں کہ جو آدمی روزے میں غیبت کرے گا اس کا بالکل روزہ ٹوٹ جائے گا تو اتنے قیمتی وقت کو کیوں ضائع کیا جائے

دوسری چیز میرے بھائیو جو بالکل آسان ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت۔ اللہ کا کلام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ جبریل امین رمضان میں دور کرتے تھے۔ قرآن شریف کا۔ تو راتوں کو تراویح سنیں اگر قرآن مجید پڑھیں، راتوں کو سنیں، دن کو بھی قرآن مجید کی تلاوت کریں اگر پانچ پارے بھی آپ روزانہ پڑھیں گے پندرہ منٹ میں ایک پارہ ہو جاتا ہے۔ تو ایک گھنٹہ پندرہ منٹ کل خرچ ہوتے ہیں سوا گھنٹے میں پانچ پارے ہو گئے۔ چھ دن میں قرآن ختم ہو جائے گا۔ تو بتائیے رمضان میں پانچ ختم ہو جائیں گے، کتنی برکت کی چیز ہے۔ اگر اتنا نہ ہو سکے تو تھوڑا پڑھیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھی پڑھیں۔

اور تیسری جو چیز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتی ہے۔ بخاری میں کہ امام الانبیاءؐ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم رمضان المبارک میں كَانَ أَجْوَدَ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ امام الانبیاء رمضان المبارک میں جھکڑ سے بھی زیادہ سخی ہوتے ہماری بولی میں تیز ہوا کو جھکڑ کہتے ہیں۔ جس طرح تیز ہوا چلے تو وہ مکانوں میں، بازاروں میں، کونوں میں لگ جاتی ہے۔ نبی پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم رمضان میں اس سے بھی زیادہ سخی ہوتے تھے۔ حالانکہ حضور تو ویسے بھی اجود العرب والعجم ہیں۔ حضور سے بڑھ کر سخی کون ہو سکتا ہے! لیکن رمضان میں بہت سخی ہوتے تھے۔ تو ہمیں بھی چاہیے کہ رمضان میں سخاوت کریں۔ اپنے بہن بھائیوں کو، بچوں کو، بچیوں کو رشتہ داروں کو، غرباء کو، مساکین کو، طلباء کو، ائمہ مساجد کو جو بھی نیک قسم کے لوگ ہیں۔ جو مستحق ہیں۔ یا غیر مستحق ہیں۔ ان کے ساتھ ہم سخاوت کا برتاؤ کریں۔ نفلی صدقہ ہر ایک کو انسان دے سکتا ہے۔ رمضان میں سخاوت ہونی چاہیے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے۔ کہ رمضان میں ایک پیسہ دے گا تو لاکھ پیسے کا ثواب ملے گا۔

اور روزے کی نہایت فکر کے ساتھ پابندی۔ یہ بڑا پیارا اور نازک سا مہینہ ہے اللہ تعالےٰ کا مہمان ہے۔ خود روزے رکھیں بیویوں کو رکھائیں، بچوں کو بھی رکھائیں۔ چھوٹے بھی رکھیں۔ حدیثوں میں آتا ہے بخاری میں موجود ہے۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں۔ کہ امام الانبیاء کے زمانے میں جب ہم جایا کرتے تھے، مدینہ منورہ حضور کی مسجد میں افطاری کے لئے تو اپنے ساتھ چھوٹے بچوں کو بھی لے جاتے تھے۔ بخاری میں ہے اور جب افطاری میں دیر ہوتی ہے تو وہ بچے روتے تھے۔ بھوکے تھے اور وہ روتے تھے تو ہم ان کے سامنے اون کے بنے ہوئے کھلونے پیش کر دیتے تاکہ وہ کھلونوں سے دل بہلائیں اور افطاری تک وہ صبر کریں تو معلوم ہوتا ہے وہ بچے اتنے چھوٹے تھے جو کھلونوں سے کھیلتے تھے۔ اب تو خیر ہم بڑے بھی کھیلتے ہیں۔ ہمارا تو حساب ہی نرالا ہے ہم تو مرتے دم تک نابالغ ہی بنے رہتے ہیں موت تک نابالغ (اللہ تعالےٰ ہم سب کو بالغ بنائے دین کی بات ہم سمجھ لیں) حضرت عمر فاروق کے زمانے میں ایک آدمی نے شراب پی رمضان المبارک مہینے میں اور وہ پکڑا ہوا آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے اس کو یوں کہا" او بے ایمان! تو رمضان المبارک میں شراب پیتا ہے۔ وَصِبْيَانُنَا صِيَامٌ۔ ہمارے چھوٹے بچوں کے بھی روزے ہیں۔ یہ لفظ آتا ہے۔ صبیان ہمارے چھوٹے بچوں کے بھی روزے ہیں۔ اور تو رمضان میں شراب پیتا ہے"۔ آپ نے اسی درے مارے (اللہ تعالےٰ یہاں بھی دروں کا رواج ہو جائے۔ اسی درے حضرت عمر فاروقؓ نے اس کو مارے اور پھر شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔ ملک سے نکال دیا۔ کہ تو اب باؤلا کتا ہو گیا ہے جو روزے بھی کھاتا ہے اس لئے تو اوروں کو بھی کاٹے گا۔ میں عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت عمرؓ کے الفاظ یہ ہیں کہ صِبْيَانُنَا صِيَامٌ۔ ہمارے چھوٹے بچوں کے بھی روزے ہیں۔ اور تو کھو جا کر رہا ہے۔ اس لئے بچوں سے بھی روزے رکھائیں۔ اور بچے تو بڑے شوق سے رکھتے ہیں۔ کیونکہ اسلام دین فطرت ہے۔ بچے کورے ہوتے ہیں۔ ان کو پتہ نہیں ہوتا کہ اباجی نے کتنی کتنی کلاسیں پاس کی ہیں۔ بچوں کو تو پتہ نہیں ہوتا اس لئے بچے خوشی سے رکھتے ہیں۔

دعا

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ۔ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَاجْعَلْهُ لَنَا اِمَامًا وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَذَكِّرْنَا مِنْهُ مَا نَسِيْنَا وَعَلِّمْنَا مِنْهُ مَا جَهِلْنَا وَارْزُقْنَا تِلَاوَتَهٗ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاجْعَلْهُ لَنَا حُجَّةً يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ۔

یا اللہ اس تیرے قرآن کا ترجمہ تیری توفیق سے کیا گیا۔ تو اسے قبول فرما۔ اللہ مجھے بھی اور ان بھائیوں کو بھی عمل کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ یہ تیرے بندے اپنے کاموں کو چھوڑ کر اس پاکیزہ مجلس میں پاکیزہ عبادت کے لئے پہنچے اللہ ان کو تو اجرِ جزیل عطا فرما۔ یا اللہ ہماری دنیا قبر قیامت بہتر بنا دے۔ یا اللہ ہمارے مشائخ کی قبروں کو پرنور فرما دے۔ اللہ تو نے جن کی دعاؤں کے صدقے میں قرآن سے ربط اور تعلق پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائی ان کی قبروں پر رحم و کرم فرما۔ یا اللہ دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی امداد فرما۔ یا اللہ کشمیری مظلوم مسلمانوں پر رحم و کرم فرما۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

"تذکرۃ المفسرین" کے مفت نسخے بحمدہ تعالیٰ دو سو سے زیادہ کی تعداد میں تقسیم کر دیئے گئے ہیں۔ اب کوئی صاحب فرمائش نہ بھیجیں۔

(حافظ عبدالقیوم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں نے عرض کیا کہ یا حضرت! آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے راستہ کے خلاف نئے راستہ کی دعوت دی۔ اور لوگوں کی نظروں میں جو عظمت حاصل تھی اس کو کھو بیٹھے — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بے شک میں آپ کی طرف اور دنیا بھر کے انسانوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ بس تم اللہ پر ایمان لاؤ۔" میں نے کہا نبوت پر کیا دلیل ہے؟"

آپؐ نے فرمایا۔" وہ شیخ جس کو آپ یمن میں ملے تھے۔"

میں نے کہا۔" میں یمن میں کاروباری سلسلہ میں بہت سے مشائخ سے مل چکا ہوں۔"

آپؐ نے فرمایا کہ وہ شیخ جس نے آپ کو نصیحت فرمائی اور ابیات میں پیغام دیا۔

میں نے کہا۔ اے میرے محبوب ترین دوست! آپ کو میری اور شیخ کی بات چیت کا پتہ کس نے دیا۔

آپؐ نے فرمایا مجھے اس اللہ تعالےٰ نے پتہ دیا ہے۔ جس نے تمام سابقہ انبیاء کرام کو نبوت بخشی۔ اور مجھے ختم نبوت کا مقام مرحمت فرمایا۔

میں نے عرض کیا کہ آپ اپنا ہاتھ مبارک بڑھائیں تاکہ میں دعوتِ حقہ کو قبول کر کے بیعت کروں ——— میرے ایمان قبول کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے انتہا مسرور ہوئے۔

(صواعق محرکہ ص ۱۴۷، ۴۰ مطبوعہ مصر)

شہادت ۲ حضرت علی المرتضیٰ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے دادا عبدالمطلب نے بیان فرمایا کہ میں ایک دفعہ حرم مکہ میں بیت اللہ شریف کے قریب سویا ہوا تھا کہ مجھے کسی نے آواز دے کر کہا کہ طیبا کھودو۔ میں نے کہا طیبا کیا ہے کہنے والے نے کوئی جواب نہ دیا۔

دوسری رات مجھے خواب میں کہا گیا درہ کی کھدائی کرو۔ میں نے کہا درہ کیا ہے۔ اس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔

تیسری رات مجھے کہا گیا معونہ کی کھدائی کرو چوتھی رات مجھے کہا گیا کہ زمزم کی کھدائی کرو میں نے کہا زمزم کس جگہ پر ہے۔؟ کیونکہ زمزم کا پانی خشک ہونے کے بعد کنواں بھی ایسا بھر پور ہو چکا تھا کہ پتہ بھی نہیں چلتا تھا کہ کنواں کس جگہ تھا۔ جواب میں مجھے کہا گیا کہ زمزم کے کنویں کا نشان یہ ہے وہاں چیونٹیوں [illegible]

کہ وہاں کوا چونچ سے زمین کھود رہا ہے۔ عبدالمطلب نے کہا۔ میں خواب سے بیدار ہوا اور کدال وغیرہ لے کر کنواں کھودنے کے لئے بیت اللہ شریف کے قریب پہنچا۔ دُور سے دیکھا کہ کوا زمین کھود رہا ہے اس جگہ پر پہنچا تو چیونٹیوں کا گھر بھی نظر آیا میں نے کنواں کھودنا ابھی شروع کیا تو خویش اقارب اکٹھے ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ یہ حضرت اسماعیلؑ کی متروکہ جائداد ہے اس لئے ہم بھی اس وراثت میں شریک ہیں۔ اس کنویں میں قوم بنو جرہم نے جنگ کا سامان اس لئے دفن کیا تھا کہ انہیں نہایت ہی یقینی طور پر مختلف ذرائع سے علم ہو چکا تھا کہ قوم قریش اور شہر مکہ میں اللہ کے آخری نبی کی ولادت ہو گی۔ عبدالمطلب نے کہا۔ کہ میں اس کنویں میں آپ کو شریک نہیں کروں گا

اس انکار پر ہنگامہ بن گیا۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ قرعہ اندازی کی جائے جس کے نام پہ قرعہ نکل آئے وہی مالک اور متولی کنواں تسلیم کر لیا جائے ——— قرعہ اندازی میں عبدالمطلب کے نام قرعہ نکلا۔ تب انہوں نے زمزم کی کامیاب کھدائی فرمائی۔ کنویں میں سے تلواریں، سونے کے دو ہرن اور بہت کچھ مفید سامان برآمد ہوا۔ مقصد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے قریش مکہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خبر سے صحیح طور پر باخبر تھے۔

(قصص الانبیاء ص ۵۹ باب چہارم قصہ زمزم)

بقیہ: اوامر و نواہی پر عمل کرنا

اور اس میں ثواب تھا بخلاف اوروں کی مدح کے کہ ہرگز اس سے خالی نہیں۔

اس حدیث میں اس مداح کی مذمت ہے جس نے مداحی کو اپنی روزی کا پیشہ مقرر کیا اور کوئی شخص کسی دیندار شخص کی سچی مدح بے طمع دنیا کرے تو درست ہے تاکہ اور لوگ ممدوح کے نیک عمل میں اقتدا کریں غرض کہ وہی مدح درست نہیں جس میں طمع دنیا ہو یا جھوٹ۔"

آج کل صاحبِ غرض شخص اپنی مطلب برآری کے لئے تعریف میں نہایت مبالغہ آمیز الفاظ استعمال کرنے سے نہیں جھجکتا۔ ممدوح کو ایسی تعریف کی طرف توجہ نہ دینی چاہئے۔ اور غرور کی وادی میں نہ پھسل جانا چاہئے۔

نیز حضرت اسامہ بن زیدؓ کے طرزِ عمل پر غور فرمائیے۔ آپ ہمیشہ دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ رکھتے۔ جب آپ بوڑھے اور کمزور ہو گئے تو بھی آپ نے ان ایام کے روزوں کو چھوڑنا گوارا نہ فرمایا۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے۔ (مہاجرین)

اب حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا حال سنئے۔ آپ کو ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کبھی کسی سے سوال نہ کرو"۔ اس حکم پر آپ نے ساری عمر عمل کیا۔ کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلایا۔ آپ اگر سوار ہوتے اور کوڑا گر جاتا تو کسی کو اٹھانے کے لئے بھی سوال نہ کرتے بلکہ خود سواری سے اُتر کر اُٹھاتے۔ (مہاجرین)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین چیزوں کی وصیت فرمائی ہے:۔

۱۔ دو رکعت نماز چاشت پڑھنا۔
۲۔ ہر مہینے (ایام بیض) کے تین روزے رکھنا
۳۔ وتر پڑھے بغیر نہ سویا کروں۔

اب تینوں وصیتوں پر عمل کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ میں سفر خواہ حضر میں ہوں ان پر عمل کرتا ہوں۔

(بینات۔ کراچی۔ ذیقعدہ ۱۳۸۵ھ)

حضرت ابوذرؓ کو ایک دفعہ دو چادریں ملیں ایک چادر آپ نے اپنے غلام کو دے دی اور دوسری اپنے استعمال میں لائے جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کو دونوں چادروں کی ضرورت تھی ایک غلام کو کیوں دی؟ تو آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔" جو تم کھاتے پیتے ہو وہی غلاموں کو کھلاؤ پہناؤ۔"

ہمیں چاہئے کہ قرآن مجید، حدیث شریف اور فقہ (جو قرآن مجید اور حدیث کے احکام کا خلاصہ ہے) کا مطالعہ کرتے رہیں اور اپنے اسلاف کی طرح ان کے احکام کے مطابق یہ چار روزہ زندگی بسر کریں۔

ضروری اعلان

دَورانِ سفر میری ڈائری گم ہو گئی ہے۔ تبلیغی پروگرام محفوظ نہیں ہے لہٰذا جن حضرات نے تاریخیں لی ہوئی ہیں وہ دیانت داری سے فوراً دفتر تنظیم اہلسنت ابدالی روڈ ملتان کے پتے پر اپنی تاریخ کی اطلاع دیں۔

(فقیر) دوست محمد قریشی عفی عنہ

محترمہ نغمہ عندلیب، بہاولپور

"عباداتِ قلبی"

اسلام میں ہر نیکی کا کام جو خدا کی رضا کے لئے ہو عبادات ہے۔ اس لئے تمام امور خیر خواہ وہ جسمانی یا مالی یا قلبی ہوں عبادات کے اندر داخل ہیں!

عبادات پنجگانہ کے بعد قرآن پاک میں جن فرائض کا مرتبہ سب سے زیادہ نظر آتا ہے۔ وہ تقویٰ، اخلاص، توکل، صبر اور شکر ہیں یہ وہ فرائض ہیں۔ جن کا تعلق انسان کے قلب سے ہے۔ اور اسی لئے ان کا نام قلبی عبادات رکھا جا سکتا ہے۔ یہ وہ فرائض یا قلبی عبادات ہیں۔ جو اسلام کی روح اور ہمارے اعمال کا اصلی جوہر ہیں۔ جن کے الگ کر دیتے سے وہ عبادات پنجگانہ بھی جن پر اسلام نے اسقدر زور دیا ہے۔ جسم بے روح بن جاتے ہیں۔ ہر اچھے کام کرنے اور برائی سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ ضمیر کا احساس بیدار اور دل میں خیر و شر کی تمیز کے لئے خلش ہو یہ تقویٰ ہے پھر اس کام کو خدائے واحد کی رضا مندی کے سوا ہر غرض و غایت سے پاک رکھا جائے۔ یہ اخلاص ہے۔ پھر اس کام کے کرنے میں صرف خدا کی نصرت پر بھروسہ رہے یہ توکل ہے اس کام میں رکاوٹیں اور دقتیں پیش آئیں یا نتیجہ مناسب حال بر آمد نہ ہو تو دل کو مضبوط رکھا جائے اور خدا سے آس نہ توڑی جائے۔ اور اور اس راہ میں اپنے بُرا چاہنے والوں کا بھی برا نہ چاہا جائے یہ صبر ہے۔ اور اگر کامیابی کی نعمت ملے تو اس پر مغرور ہونے کے بجائے اس کو خدا کا فضل و کرم سمجھا جائے اور جسم و جاں و زباں سے اس کا اقرار کیا جائے اور اس قسم کے کاموں کے کرنے میں اور زیادہ انہماک صرف کیا جائے یہ شکر ہے

تقویٰ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تعلیمات کا خلاصہ ہم صرف ایک لفظ میں کرنا چاہیں تو ہم اس کو تقویٰ سے ادا کر سکتے ہیں۔ اسلام کی ہر تعلیم کا مقصد اپنے ہر عمل کے قالب میں اسی تقویٰ کی روح کو پیدا کرنا ہے۔ قرآن پاک نے اپنی دوسری ہی سورۃ میں یہ اعلان کیا کہ اس کی تعلیم سے وہی فائدہ اٹھا سکتے جو تقویٰ والے ہیں

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (بقرہ) یہ تقویٰ والوں کو راہ دکھاتی ہے۔ اسلام کی ساری عبادتوں کا منشا اسی تقویٰ کا حصول ہے۔

يَآيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (بقرہ-۳)

ترجمہ:۔ اے لوگو اپنے پروردگار کی جس نے تم کو اور تمہارے پہلوں کو پیدا کیا عبادت کرو تاکہ تم تقویٰ پاؤ۔

تقویٰ کے لغوی معنی بچنے اور پرہیز کرنے کے ہیں۔ لیکن وحی محمدی کی اصطلاح یہ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہمیشہ حاضر و ناظر ہونے کا یقین پیدا کر کے دل میں خیر و شر کی تمیز کی خلش اور خیر کی طرف رغبت اور شر سے نفرت پیدا کر دیتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ ضمیر کے اس احساس کا نام ہے۔ جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے۔ گو ابتدا میں اہل تقویٰ کو کسی قدر مصیبتیں اور بلائیں پیش آئیں یا بہت سی حرام اور مشتبہ لیکن بظاہر بہت سی عمدہ چیزوں سے محروم ہونا پڑے ظاہری کامیابی کی بہت سی ناجائز کوششوں اور ناروا راستوں سے پرہیز کرنا پڑے اور اس سے یہ سمجھا جاتے کہ ان کو مال و دولت عزت و شہرت اور جاہ و منصب سے محرومی رہی لیکن دنیا کے "تنگ نظر صرف فوری اور عاجل کامیابی ہی کو کامیابی سمجھتے ہیں۔ اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اسی دنیا کی ظاہری ثمروں کی بنا پر ہر کام کے اچھے برُے نتیجوں کا فیصلہ کر لینا چاہیئے۔ حالانکہ جو جتنا دوربین ہے۔ اسی قدر وہ اپنے کام کے فوری نہیں بلکہ آخری نتیجہ پر نگاہ رکھتا ہے حقیقی دوربین اور عاقبت اندیش وہ ہیں۔ جو کام کی اچھائی برائی کا فیصلہ دنیا کے ظاہری چند روزہ اور فوری فائدہ کے لحاظ سے نہیں بلکہ آخرت کے دائمی اور دیرپا فائدہ کی بنا پر کرتے ہیں۔ اور جب ان کی نظر آخرت کے ثمروں پر رہتی ہے۔ تو دنیا بھی ان کی بنجاتی ہے اور یہاں اور وہاں دونوں جگہ کامیابی اور فوز و فلاح ان ہی کی قسمت میں ہوتی ہے۔ فرمایا قرآن پاک میں!

وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ (زخرف-۳)

اور آخرت تیرے پروردگار کے نزدیک تقویٰ والوں کے لئے ہے ایک اور جلد ارشاد ہوا۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى (طٰہٰ-۸) اور انجام کار تقویٰ کے لئے ہے۔ اسلام میں تقویٰ کو جو اہمیت حاصل ہے۔ اس کا اثر یہ ہے۔ کہ تعلیم محمدی نے رنگ، وطن، خاندان، دولت، حسب، نسب غرض نوعِ انسانی کے ان صدہا خود ساختہ اعزازی مرتبوں کو مٹا کر صرف ایک ہی امتیازی معیار قائم کر دیا۔ جس کا نام تقویٰ ہے اور جو ساری نیکیوں کی جان ہے۔ اور اس لئے وہی معیاری امتیاز بننے کے لائق ہے چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ ہم نے مختلف خاندان اور قبیلے صرف اس لئے بنائے کہ باہم شناخت ہو سکے تم میں سے خدا کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے۔ جو تم میں سے سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے اس اعلان کو آنحضرت صلعم نے ان دو مختصر لفظوں میں ادا فرمایا۔ الکرم التقویٰ۔ یعنی بزرگی و شرافت تقویٰ کا نام ہے۔ اور اسی کے لئے حجۃ الوداع کے اعلان عام میں پکار کر فرمایا کہ عرب کو عجم پر اور کالے کو گورے پر کوئی برتری نہیں برتر وہ ہے۔ جس میں سب سے زیادہ تقویٰ ہے۔

۲۔ اخلاص۔ مذہب کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ وہ انسان کے دل کو مخاطب کرتا ہے۔ اس کا سارا کاروبار اسی گوشت کے ایک ٹکڑے سے وابستہ ہے۔ عقائد ہوں یا عبادات، اخلاق ہوں یا معاملات انسانی اعمال کے ہر گوشہ میں اس کی نظر اسی ایک آئینہ پر رہتی ہے۔ اس حقیقت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشہور حدیث میں یوں ظاہر فرمایا ہے۔

الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب۔

ترجمہ:۔ ہشیار ہو کہ بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو تو سارا بدن درست ہوتا ہے۔ اور وہ خراب ہو تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔ ہشیار ہو کہ وہ دل ہے دل ہی کی تحریک انسان کے ہر اچھے اور برُے

فعل کی بنیاد ہے۔ اس لئے مذہب کی ہر عمارت اسی بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے۔ کہ جو نیک کام بھی کیا جائے اس کا محرک کوئی دنیاوی غرض نہ ہو اور نہ اس سے مقصود نمائش، شہرت یا طلب معاوضہ وغیرہ ہو بلکہ صرف اللہ تعالےٰ کے حکم کی بجا آوری اور خوشنودی ہو اسی کا نام اخلاص ہے۔

قرآن پاک میں یہ آیت ہے۔ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اطاعت گذاری کو خدا کے لئے خالص کر کے اس سے معلوم ہوا کہ ہر عبادت اور عمل کا پہلا رکن یہ ہے کہ وہ خالص خدا کے لئے ہو۔ یعنی اس میں کسی ظاہری و باطنی بت پرستی اور خواہش کو دخل نہ ہو۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنی دعوت اور تبلیغ کے سلسلہ میں ہمیشہ یہ اعلان کیا ہے۔ کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں۔ اس سے ہم کو کوئی دنیاوی مزہ اور ذاتی معاوضہ مطلوب نہیں۔

غرض عمل کا اصلی پیکر وہی ہے۔ جو دل کے کارخانہ میں تیار ہوتا ہے۔ اس لئے اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ ہر کام سے پہلے دل کی نیت کا جائزہ لے لیا جائے۔ اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد یہ نکتہ خود بخود حل ہوتا جائے گا۔ کہ اسلام نے ہر عبادت کے صحیح ہونے کے لئے ارادہ اور نیت کو کیوں ضروری قرار دیا ہے۔

۳۔ توکل۔ توکل کے لفظی معنی بھروسہ کرنے کے ہیں۔ اور اصطلاح میں خدا پر بھروسہ کرنے کو کہتے ہیں۔ لیکن کس بات میں بھروسہ کرنا؟ جھوٹے صوفیوں نے ترک عمل، تدابیر و اسباب سے بے پرواہی اور خود کام نہ کر کے دوسروں کے سہارے جینے کا نام توکل رکھا حالانکہ توکل نام ہے کسی کام کو پورے ارادے و عزم اور تدبیر کے ساتھ انجام دینے اور یہ یقین رکھنے کا کہ اگر اس کام میں بھلائی ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اس میں ضرور ہی ہم کو کامیاب فرمائے گا۔

قرآن پاک میں آیا ہے۔

مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔

(طلاق - ۱)

ترجمہ:۔ جو خدا پر بھروسہ کرے گا تو وہ اس کو کافی ہے۔

یہ آیت پاک خانگی و معاشرتی مشکلات کے موقع کی ہے۔ کہ اگر میاں بیوی میں نباہ نہ ہو سکے اور دونوں میں قطعی علحدگی ہو جائے تو پھر عورت کو خوف نہ کھانا چاہیے کہ یہ ہمارا سامان کیا ہوگا اور ہم کہاں سے کھائیں گے۔ بلکہ خدا پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اس کے بارے میں ایک حدیث ہے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہوا کہ۔ اگر خدا پر تم توکل کرتے۔ جیسا کہ توکل کرنے کا حق ہے۔ تو خدا تم کو ویسے ہی روزی پہنچاتا جیسے پرندوں کو پہنچاتا۔ کہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں۔ اور شام کو سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔ اس حدیث سے بھی مقصود ترک عمل اور ترک تدبیر نہیں کیونکہ پرندوں کو بھی ان کے گھونسلوں میں روزی نہیں پہنچائی جاتی بلکہ ان کو بھی اڑ کر کھیتوں اور باغوں میں جانے اور رزق تلاش کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

۴۔ صبر۔ قلبی عبادات کا ایک ضروری جز صبر ہے صبر کے لغوی معنی روکنے اور سہارنے کے ہیں۔ یعنی اپنے نفس کو اضطراب اور گھبراہٹ سے روکنا اور اس کو اپنی جگہ ثابت قدم رکھنا اور یہی صبر کی معنوی حقیقت بھی ہے۔ یعنی اس کے معنی بے اختیاری کی خاموشی اور انتقام نہ لے سکنے کی مجبوری کے نہیں بلکہ پامردی۔ دل کی مضبوطی، اخلاقی جرات اور ثابت قدم کے ہیں۔

قرآن پاک میں صبر کا لفظ اسی ایک معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ گو حالات کے تغیر سے اس کے مفہوم میں کہیں کہیں ذرا ذرا فرق پیدا ہو گیا ہے۔ صبر کے یہ مختلف مفہوم جن میں قرآن پاک نے اس کو استعمال کیا ہے۔ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ وقت مناسب کا انتظار کرنا۔ یعنی ہر قسم کی تکلیف اٹھا کر اپنے مقصد پر جمے رہ کر کامیابی کے وقت کا انتظار کرنا

۲۔ صبر کا دوسرا مفہوم ہے بے قرار نہ ہونا۔ یعنی مصیبتوں اور مشکلوں میں اضطراب اور بیقراری نہ ہو بلکہ ان کو خدا کا حکم اور مصلحت سمجھ کر خوشی خوشی جھیلا جائے۔ اور یہ یقین رکھا جائے کہ جب وقت آئے گا تو اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے خود ان کو دور فرما دے گا۔

۳۔ صبر کا تیسرا مفہوم مشکلات کو خاطر میں نہ لانا ہے۔ یعنی منزل مقصود کی راہ میں جو مشکلیں اور خطرے پیش آئیں۔ دشمن جو تکلیفیں پہنچائیں اور مخالفین جو طعن و طنز کریں ان میں کسی چیز کو خاطر میں نہ لایا جائے اور ان سے بددل اور پست ہمت ہونے کی بجائے اور زیادہ استقلال پیدا ہو۔ آنحضرت صلعم کو اسی لئے دوسری وحی میں جب تبلیغ اور دعوت کا حکم ہوا تو ساتھ ہی اس حقیقت سے بھی آپ کو باخبر کر دیا گیا۔

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَاصْبِرْ (مدثر-۱)

ترجمہ:۔ اے چادر پوش اٹھ اور لوگوں کو ہشیار کر اور اپنے پروردگار کے لئے پامردی (صبر) کر اور جلد ارشاد ہوا۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ۔ ترجمہ:۔ (اے محمد) تو بھی اسی طرح پامردی کر جس طرح پختہ ارادہ والے پیغمبروں نے کی اور ان (مخالفوں) کے لئے جلدی نہ کر۔

درگذر کرنا صبر کا جو تھا مفہوم ہے اس سے مراد ہے۔ کہ برائی کرنے والوں کی برائی کو نظرانداز اور جو بدخواہی سے پیش آئے اور تکلیفیں دے اس کے قصور کو صاف کیا جائے یعنی تحمل اور برداشت میں اخلاقی پامردی دکھائی جائے۔

یہ صبر کی وہ قسم ہے۔ جو اخلاقی حیثیت سے بہت بڑی بہادری ہے۔ مسلمانوں کو اس بہادری کی تعلیم بار بار دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ صبر و برداشت کمزوری سے یا دشمن کے خوف سے نہ ہو بلکہ صرف خدا کے لئے ہو اس صبر کا بہت بڑا مرتبہ ہے۔ فرشتے روز قیامت ان کو مبارکباد دیں گے۔ اور کہیں گے۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (رعد-۳) تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا تھا تو آخرت کا انجام اچھا ہوا۔ ایک اور جگہ قرآن مجید میں صبر کے فضائل اور انعامات کے بارے میں فرمایا۔ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (زمر-۲) صبر کرنے والوں کو تو ان کی مزدوری بے حساب ملے گی۔

بعض آیتوں میں تمام اوصاف جمیلہ کو دو لفظوں میں سمیٹ لیا گیا ہے۔ "**دعا اور صبر**" کہ یہی دو چیزیں مشکلات کے طلسم کی کنجی ہیں۔ یہود جو آنحضرت صلعم کے پیغام کو قبول نہیں کرتے تھے۔ اس کے دو سبب تھے۔ ایک یہ کہ ان کے دلوں میں گداز اور تاثر نہیں رہا تھا اور دوسرے یہ کہ پیغام حق قبول کرنے کے ساتھ ان کو جو جانی و مالی دشواریاں پیش آتیں یہ عیش و عشرت کے خوگر ان کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طب روحانی نے ان کی

بیماری کے لئے یہ نسخہ تجویز کیا۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (بقرہ - ۵)

صبر اور دعا مانگنے سے قوت پکڑو۔ عبادات قلبی کا پانچواں جزء شکر ہے۔ لغت میں شکر کے اصلی معنی یہ ہیں کہ جانور میں تھوڑے چارہ ملنے پر بھی تروتازگی پوری ہو اور دودھ زیادہ دے اس سے انسانوں کے محاورہ میں یہ معنی پیدا ہوئے کہ کوئی کسی کا تھوڑا سا بھی کام کر دے۔ تو دوسرا اس کی پوری قدر کرے یہ قدر شناسی تین طریقوں سے ہو سکتی ہے دل سے زبان سے اور ہاتھ پاؤں سے اس کے ان کاموں کے جواب میں ایسے افعال صادر ہوں جو کام کرنے والے کی بڑائی کو ظاہر کریں شکر کی نسبت جس طرح بندوں کی طرف کی جاتی ہے۔ خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنی طرف بھی ہے۔ اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ذرا ذرا سے کاموں کی پوری قدر کرتا ہے۔ اور ان کو ان کا پورا بدلہ عطا فرماتا ہے۔ شکر کا الٹا کفر ہے۔ اس کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں۔ یہی کفر وہ لفظ ہے۔ جس سے زیادہ کوئی برا لفظ اسلام کی لغت میں نہیں اللہ پاک کے احسانوں اور نعمتوں کو بھلا کر دل سے اس کا احسان مند نہ بننا زبان سے ان کا اقرار اور عمل سے اپنی اطاعت شعاری اور فرمانبرداری ظاہر نہ کرنا کفر ہے۔ جس کے مرتکب کا نام کافر ہے۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ جس طرح کفر اسلام کی نگاہ میں بدترین خصلت ہے اس کے بالمقابل شکر سب سے بہتر اور اعلیٰ صفت ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے صرف دو باتیں چاہتا ہے۔ شکر اور ایمان، ایمان کی حقیقت تو آپ پر واضح ہے۔ اب رہا شکر تو شریعت میں جو کچھ ہے۔ وہ شکر کے دائرہ میں داخل ہے۔ ساری عبادتیں شکر ہیں۔ بندوں کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کی حقیقت بھی شکر ہی ہے۔ دولت مند اگر اپنی دولت کا کچھ حصہ خدا کی راہ میں دیتا ہے۔ تو یہ دولت کا شکر ہے۔ صاحب علم اپنے علم سے بندگان الٰہی کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ تو یہ علم کی نعمت کا شکر ہے طاقتور کمزوروں کی امداد اور اعانت کرتا ہے تو یہ بھی قوت وطاقت کی نعمت کا شکرانہ ہے۔ الغرض شریعت کی اکثر باتیں اسی ایک شکر کی تفصیلیں ہیں۔ اس لئے شیطان نے جب خدا سے کہنا چاہا کہ تیرے اکثر بندے تیرے حکموں کے نافرمان ہوں گے تو یہ فرمایا۔

وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ

اور تو ان میں سے اکثر کو شکر کرنے والا نہ پائے گا۔

دنیا میں شکریہ کی ایک قسم یہ بھی ہے۔ کہ محسن نے جس قسم کا احسان ہمارے ساتھ کیا ہو۔ اسی قسم کا احسان ہم اس کے ساتھ کریں ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ذات ہے۔ اس کے ساتھ اس قسم کا کوئی شکریہ ادا نہیں کیا جا سکتا لہٰذا اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ جو احسان فرمایا ہو اسی قسم کا احسان ہم اس کے بندوں کے ساتھ کریں اس کا نام خدا کا قرض دینا ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (بقرہ ۳۲) کون ہے۔ جو خدا کو اچھا قرض دیتا ہے۔ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (تغابن - ۲) اگر خدا کو قرض حسنہ دو گے اسی کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا قیامت کے دن خدا فرمائے گا۔ اے آدم کے بیٹے میں بیمار پڑا تھا۔ تو نے میری بیمار پرسی نہ کی بندہ کہے گا۔ اے میرے پروردگار تو تو جہاں کا پروردگار ہے میں تیری بیمار پرسی کیسے کرتا۔ فرمائے گا کیا تجھے خبر کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا۔ تو نے اس کی پرسش نہ کی اور اگر کرتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا پھر خدا فرمائے گا۔ اے آدم کے بیٹے میں نے تجھ سے کھانا مانگا۔ تو نے مجھے نہیں کھلایا بندہ عرض کرے گا۔ اے میرے پروردگار تو تو سارے جہان کا رب ہے۔ میں تجھے کیسے کھلاتا۔ فرمائے گا۔ تجھے معلوم نہ ہوا کہ میرا فلاں بندہ نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے اس کو نہیں کھلایا۔ اگر تو اس کو کھلاتا تو اس کا بدلہ آج میرے پاس پاتا اے آدم کے بیٹے میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تو نے مجھے پانی نہیں پلایا بندہ کہے گا۔ اے میرے پروردگار تو تو سارے عالم کا پروردگار ہے۔ میں تجھے کیسے پانی پلاتا فرمائے گا۔ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اس کو نہیں پلایا اگر تو اس کو پلاتا تو آج اس کو میرے پاس پاتا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر گزار بندوں کے حق میں فرمایا کہ وہ جیسے جیسے شکر کرتے جائیں گے۔ میں ان کے لئے اپنی نعمتوں کی تعداد اور کیفیت بڑھاتا جاؤں گا۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (ابراہیم ۲)

ترجمہ:۔ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم کو اور بڑھاؤں گا۔ اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔

كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ (قمر ۲)

ہم اسی طرح اس کو جزا دیتے ہیں جس نے شکر کیا۔

بقیہ:۔ خطبہ جمعہ

کے لئے خود قربان ہو گیا؟ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فیصلہ ہے:۔

ما من ميت يموت الا ختم عمله الا من مات مرابطا في سبيل الله فانه ينمو له عمله الى يوم القيامة۔

ترجمہ: کوئی مرنے والا ایسا نہیں جس کا عمل موت کے ساتھ ختم نہ ہو جاتا ہو۔ البتہ وہ غازی جو حملہ دشمن کے انتظار میں جان دے اس کا عمل قیامت تک جاری رہے گا۔

خدا تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ جو اسلام سے محبت کریں۔ لیکن بہترین خوشنودی اور قبولیت کے مستحق وہ جوانمرد لوگ ہیں جن کے عشق و ایثار کی جانبازی اور سرفروشی نے چند افراد ہی کو نہیں بلکہ بڑی بڑی قوموں، ملتوں اور ملکوں کو اس کی طلب و رضا کا راستہ دکھایا ہو سورۂ صف میں ارشاد ہوتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کے راستہ میں ایک آہنی دیوار کی طرح صف بستہ ہو کر جہاد کریں۔

شہادت کا اصول اور اسوہ

اس کلیہ کے مطابق ضروری تھا کہ مسلمانوں کے سامنے شہادت کا اسوہ حسنہ بھی پیش کیا جاتا۔ اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں جس کے ساتھ ایک اسوۂ عمل موجود نہ ہو۔ حضرت حسینؓ اور آپ کے رفقاء کی زندگی "اسوۂ جہاد و شہادت ہے۔ آپ نے "اسوۂ ابراہیم" میں پڑھا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا فرق ہے؟ حضرت

ابراہیمؑ اجمال ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس اجمال کی تفصیل ہیں یہی فرق ان دونوں بزرگوں کے جگر گوشوں میں ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام شہادت کی ایک آرزو اور ایک عزم ہیں مگر حضرت حسینؓ اس عزم و آرزو کی عملی تعبیر ہیں۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے شہید ہونا چاہا، لیکن اس امت ہی کے لئے جو ان کی نسل سے پیدا ہونے والی تھی انہیں بچا لیا گیا مگر جب اس امت کی بقاء کو پھر خطرہ لاحق ہوا تو حضرت حسینؓ نے قربانی دی یعنی جس امت کے لئے جگر گوشۂ ابراہیمؑ کو بچا لیا گیا تھا۔ اب اسی امت کی بقاء کے لئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کا آخری قطرہ قربان ہو گیا۔ حضرت اسماعیلؑ عزم جہاد کا غنچۂ ناشگفتہ تھے۔ اس لئے محفوظ رہے۔ حضرت حسینؓ ایک شاداب پھول بن کر میدان میں آئے اور توڑ لئے گئے۔ امتِ مسلمہ ایک دائرہ ہے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کا ولولۂ قربانی اس دائرے کا اولین نقطہ ہے اور حضرت حسینؓ کی شہادت اس دائرے کا انتہائی نقطہ ہے اور آرزوئے اسمٰعیلؑ کا آخری مظہر ہے۔ پس دائرہ ملت کی بقاء کا راز یہ ہوا کہ مسلمان خواہ اسماعیلی شہادت کی آرزو بن کر زندہ رہے اور خواہ حسینؓ کی طرح عملی طور پر شہید ہو کر دکھائے۔ اس کی زندگی اور موت دونوں ملت کے لئے ہو جائیں۔

تعارف و تبصرہ

نور محمد انور

نام کتاب ---- دعوتِ اسلام

مرتب ---- فضل احمد تبسم۔

ملنے کا پتہ ---- بیت الادب ۱۴ بی شاہ عالم لاہور

ساری دنیا جانتی ہے۔ کہ صحابۂ کرامؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے کتنی عقیدت اور محبت تھی۔ انہوں نے آپؐ کے لئے اپنی جان تک کی بازی لگا دی۔ بے پناہ الفت اور محبت کی وجہ سے صحابۂ کرامؓ اور خود آنحضرتؐ کو ہزاروں بار مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ نہایت صبر اور تحمل سے سب کچھ برداشت کرتے رہے۔

کتاب دعوت اسلام میں ان تمام حالات واقعات کو ایک انوکھی طرز تحریر کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ کے بعد آپ محسوس کریں گے۔ کہ یہ تمام واقعات آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ آنحضرتؐ کی پیدائش سے لے کر آپ کی وفات تک کے حالات مفصل طور پر اور نہایت عمدہ پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں۔ جنگِ احد اور جنگ بدر کی وجوہات واقعات اور نتائج صحابۂ کرام کی بے لوث خدمات اور والہانہ عقیدت ان کی زندگی کے ایمان افروز حالات اور شہادت کے دلدوز منظر پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ انشاء اللہ یہ کتاب آپ کے خاندان کے ہر فرد کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہو گی کتابت اور طباعت نہایت نفیس اور دیدہ زیب ہے سرورق خوبصورت اور جاذبِ نظر۔ یہ بے نظیر کتاب آپ صرف پچھتر پیسے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر آج ہی منگوا لیں اور اپنے سینوں کو ایمان کی روشنی سے منور کریں۔

مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے لئے دو مبلغ

مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے لاہور کی جماعت کے تجویز پر دو مبلغین کا تقرر کیا ہے۔ چنانچہ مرکز کی جانب سے حضرت مولانا صاحبزادہ منظور احمد شاہ کہروڑی فاضل قاسم العلوم ملتان دار المبلغین تنظیم اہل سنت پاکستان اور حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب آزاد فاضل دار المبلغین چنیوٹ لاہور پہنچ گئے ہیں۔ موصوفین جماعت کے فیصلہ کے مطابق درس قرآن پاک اور خطبہ جمعہ دیں۔ جن حضرات کو تقاریر کے سلسلے میں مبلغین کی ضرورت ہو وہ مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور سے رجوع کریں (بلند اختر ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور)

ایجنٹ حضرات کو اپریل کے بل روانہ کئے جا رہے ہیں۔ براہ کرم بل ملتے ہی رقم ارسال کریں۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

پروگرام

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ

۶ مئی سنہ ۶۶ء بروز جمعہ ۲ ½ بجے بذریعہ ریل کار راولپنڈی۔ قیام حضرت مولانا عبد الحنان صاحب خطیب جامع مسجد بھوسہ منڈی راولپنڈی صدر رات کو خیبر میل سے روانگی برائے کیمبل پور

۷ مئی بروز ہفتہ صبح کیمبل پور میں درس قرآن ۸ ½ بجے بذریعہ ریل کار دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک روانگی ۱۲ بجے دار العلوم حقانیہ سے نوشہرہ صدر کو روانگی۔ نماز ظہر کے بعد۔ جامع مسجد نوشہرہ صدر میں مجلس ارشاد و بیعت۔ نماز عصر کے بعد تکیہ مسجد و مدرسہ نوشہرہ صدر کی تعمیر جدید کا افتتاح۔ نماز عشاء کے بعد انجمن خدام الدین نوشہرہ کی پہلی سالانہ کانفرنس میں شرکت و صدارت

۸ مئی بروز اتوار۔ نماز فجر کے بعد درس قرآن اور مجلس بیعت و ارشاد وغیرہ۔ بعد نماز ظہر تا مغرب مستورات کے لئے درس قرآن و بیعت و ارشاد۔ نماز عشاء کے بعد تکیہ مسجد نوشہرہ صدر میں مجلس ذکر و خطاب۔

۹ مئی بروز سوموار
صبح خیبر میل سے پشاور روانگی اور قیام مسجد قاسم علی خاں نماز مغرب کے بعد مجلس ذکر و خطاب

۱۰ مئی بروز منگل
صبح پشاور سے کوہاٹ روانگی اور قیام۔

۱۱ مئی بروز بدھ
کوہاٹ سے واپسی برائے لاہور
(انشاء اللہ العزیز)
احقر حاجی بشیر احمد

ضمیر، بورسٹل سکول بہاولپور

بارگاہِ ربُّ العزّت سے مانگو

ناظرین کرام! جو شخص اپنے خالقِ حقیقی سے فریاد کرے اور سربسجود ہو کر گڑگڑا کر عرض کرے۔ وہ اس کی فریاد ضرور سنتا ہے۔ ہمارے مانگنے میں دیر ہے۔ اُس کے دینے میں دیر نہیں۔ بشرطیکہ صرف اُسی سے مانگیں۔ اور اللہ تعالےٰ پر ہی بھروسہ رکھیں۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وہ رب العزت اپنے بندے پر اس کی ماں سے بھی کئی گنا زیادہ مہربان ہے۔ جب ایک ماں اپنے بچے کو کسی دکھ تکلیف میں مبتلا نہیں دیکھ سکتی تو بتائیے کہ خدا جو اس سے بھی زیادہ بندے سے محبت کرے اپنے بندے کو کسی دُکھ یا تکلیف میں کس طرح دیکھ سکتا ہے ـــ ہرگز نہیں۔

فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمت۔ اللہ تعالےٰ کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ـــ وہ کبھی کسی کا امتحان لیتا ہے۔ اور کبھی کسی کو اصلاح کے لئے مصیبت میں مبتلا کرتا ہے۔ جس طرح ایک ڈاکٹر کو پتہ ہوتا ہے کہ ہاتھ یا پاؤں کاٹے بغیر مریض کا زندہ رہنا مشکل ہے تو وہ ضرور مریض کا ہاتھ یا پاؤں کاٹ دے گا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ اپنے بندے کو تکلیف میں ڈال کر اس کی اصلاح کرتے ہیں ؎

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

اور آزمائشوں کے بعد اپنے نیک بندوں کے درجات بھی بلند کرتا ہے اور کوئی تکلیف میرے جیسے گنہگار بندے کے لئے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔

جو اللہ تعالےٰ کا در چھوڑ کر غیر کے دَر پر گیا وہ سراسر گھاٹے میں ہے۔ اس ضمن میں ایمان تازہ کرنے کے لئے سنئے۔ شرک سے بچاؤ اور لوگوں کا اللہ تعالیٰ سے لگاؤ مطلوب ہے کوئی بڑائی مطلوب نہیں۔

مَیں اپنے ایک ہمسایہ کو روزانہ نماز پڑھنے کے لئے کہا کرتا تھا۔ جب میں اُس کو سمجھاتا تو وہ نہ مانتا۔ اور ایک رات مَیں اس کو سمجھا رہا تھا تو اس نے جواب دیا۔ کہ یار مجھے سونے دے۔ میرے دل کو بڑی ٹھیس پہنچی اور اس کے بعد مَیں نے اُسی رات کو ½ ۱۰ بجے نماز عشاء پڑھی اور سربسجود ہو کر اس طرح طالب دعا ہوا۔ اے خدا! ایک پاپی گنہگار تیرا بندہ تیرے دربار میں تیری رحمت کے عوض اپنے گناہ فروخت کرنے آیا ہے۔ اے خدا! تجھے اپنی خدائی کا واسطہ، اے خدا! تجھے اپنے نیک بندوں کا واسطہ، میری اس دعا کو قبول کر۔ اگر کسی امیر کے دَر پر کوئی بھکاری جائے تو تیرا بندہ اس کو خالی ہاتھ واپس کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے۔ اے رب العزت! مَیں تیرے دَر پر آیا ہوں تو ہی ہر چیز پر قادر ہے مَیں کسی غیر کے دَر پر نہیں گیا ـــ اے بادشاہوں کے بادشاہ! جب تیرا ایک ادنیٰ بندہ اپنے دَر سے کسی کو خالی ہاتھ نہیں بھیجتا۔ تو میرے مالک! تُو تو اس سے کہیں زیادہ غیرت مند ہے۔ تیرا وعدہ ہے کہ مجھ ہی سے مانگو مَیں دُوں گا ـــ بس تو میرے ہمسائے کو نماز پڑھنے کی توفیق دے۔ مَیں ہر طرح اس کو سمجھا چکا۔ اب مَیں عاجز ہوں۔ میرے مالک! سمجھانا میرا کام تھا، سمجھ دینا تیرا کام ہے۔ اس کو توفیق دے کہ نماز پڑھا کرے۔ اگر واقعی تو نے میری دعا قبول کر لی ہے تو اس کو آج ہی عشاء کی نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔ اَللّٰھم صلِّ علیٰ محمّدٍ و علیٰ اٰلِ محمّدٍ کما صلّیت علیٰ ابراھیم و علیٰ اٰل ابراھیم انّک حمیدٌ مّجید ۔

جب مَیں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو میرا ہمسایہ پاس ہی لیٹا ہوا تھا بغیر میرے کچھ کہے اٹھ کھڑا ہوا۔ مَیں نے پوچھا۔ کیا بات ہے۔ کہنے لگا نماز پڑھنی ہے ـــ وہ وضو کرنے گیا اور میں اُسی وقت سجدہ میں گر گیا اور رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ جس نے میری فریاد سن لی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دَر سے مانگنے کی توفیق دے۔ آمین!

بقیہ : مجلس ذکر

اور ہر گھڑی موت کو یاد رکھو۔ دنیا میں کسی نے ہمیشہ کے لئے نہیں رہنا۔ آخر قبر کی اندھیری کوٹھڑی میں جانا ہے — وہاں صرف نیک اعمال اور ذکر الٰہی ہی رفیق اور مونس ہوگا اور یہی کام آئے گا اور اس دنیا میں بھی حقیقتاً چین فقط ذکر اللہ سے ہی نصیب ہوگا۔

اللہ تعالےٰ ہمیں ذکر کی لذت اور شوق نصیب فرمائے۔

بقیہ : احادیث الرسولؐ

اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ساری فضا جو آسمان اور اس مجلس کے درمیان ہے فرشتوں سے بھر جاتی ہے۔ سو جب ذاکرین کی مجلس منتشر ہو جاتی ہے اور یہ فرشتے چڑھتے ہیں اور (ساتویں) آسمان تک پہنچتے ہیں تو ان سے اللہ عزو جل دریافت کرتا ہے۔ حالانکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ ہم تیرے ان بندوں کے پاس سے آرہے ہیں۔ جو زمین میں ہیں۔ اور تیری پاکی اور کبریائی کا ذکر کرتے ہیں۔ اور تیری توحید اور تیری حمد و ثنا بیان کرتے ہیں اور تجھ سے سوال بھی کرتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تجھ سے تیری جنت مانگتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے تو کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ نہیں اے رب! خدا فرماتا ہے ان کا کیا حال ہو اگر وہ میری جنت دیکھ لیں؟ پھر فرشتے کہتے ہیں کہ وہ تجھ سے پناہ (بھی) مانگ رہے تھے۔ خدا فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں اے رب! تیری نار سے۔ خدا فرماتا ہے کیا انہوں نے میری آگ دیکھی ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ نہیں۔ خدا فرماتا ہے۔ اگر وہ میری آگ کو دیکھ لیتے تو پھر ان کی کیا حالت ہوتی؟ فرشتے کہتے ہیں اور تجھ سے مغفرت بھی چاہتے ہیں — خدا فرماتا ہے۔ میں نے ان کو بخش دیا۔ اور جو انہوں نے مانگا تھا عطا کر دیا۔ اور انہیں پناہ بھی دے دی جس چیز سے انہوں نے پناہ مانگی۔ آپؐ نے فرمایا۔ فرشتے کہتے ہیں پروردگار! ان میں فلاں بندہ بھی تھا جو بڑا گنہگار ہے وہ وہاں سے گذر رہا تھا سو ان ذاکرین کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اس کو بھی بخش دیا۔ یہ ایسی قوم ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے والوں کو محروم نہیں کیا جاتا۔

مفتی زین العابدین صاحب کی واپسی

جامع مسجد لائل پور کے خطیب مولانا مفتی زین العابدین صاحب مختلف افریقی ممالک کے تبلیغی دورے اور حج بیت اللہ سے ۲۸ اپریل کو کراچی تشریف لا رہے ہیں۔ چند روز وہاں قیام کرکے انشاء اللہ لائل پور پہنچ جائیں گے۔

(مجاہد الحسینی)

حضرت درخواستی مدظلہ، نوشہرہ میں

حضرت درخواستی مدظلہ، مولانا عبدالرحمن صدیقی کی دعوت پر بروز جمعرات بتاریخ ۵ مئی مطابق ۱۳ محرم بذریعہ خیبر میل خان پور سے نوشہرہ روانہ ہونگے انجمن خدام الدین نوشہرہ کانفرنس میں شرکت کرینگے۔

بچوں کا صفحہ

باپ بیٹے کی گفتگو

ابوالریاض محمد امین، بہاولپور

حضرت نعمان ایک بزرگ گذرے ہیں۔ آپ حضرت ایوب علیہ السلام کی بہن کے پڑپوتے تھے بعض نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا ہے۔ بہرحال خداوند تعالیٰ نے ان کو حکمت یعنی دانائی عطا فرمائی۔ (اور جس کو حکمت عطا ہو گئی اُسے دو جہان کی نعمت مل گئی)

حضرت لقمان کو حکمت اس لئے عطا فرمائی۔ تاکہ وہ خدا کا شکر ادا کریں۔ اور جو بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہے اپنے ہی لئے کرتا ہے۔ اور جس نے ناشکری کی اس نے اپنا ہی نقصان کیا کیونکہ اللہ تعالےٰ تو بے نیاز ہے۔ چنانچہ حضرت لقمان نے خدا کا خوب شکریہ ادا کیا اور خدا نے اپنے فضل و کرم سے انہیں لڑکا عطا فرمایا جس کا نام انعم تھا۔ آپ اُسے نصیحت فرماتے ہیں۔ جس کا تذکرہ قرآن حکیم میں موجود ہے۔ پارہ اکیس سورہ لقمان آیت ۱۲ سے ۱۹ تک مطالعہ کریں۔

حضرت لقمان: اے میرے بیٹے! خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

جب حضرت لقمان نے خدا کا نام بلند کیا۔ تو باپ کو بلند مقام دینے کے لئے اگلی آیات قرآن میں نازل فرمائیں۔ کہ ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ اُس کی ماں نے اُسے ایک عرصہ تک پیٹ میں اٹھائے رکھا اور بار بار ضعف برداشت کرتی رہی اور دو سال تک دودھ پلاتی رہی۔ پس اے انسان! میرا یعنی خدا اور والدین کا شکر ادا کرنا۔ خدا کا اس لئے کہ اور نعمتوں کے ساتھ شفیق والدین بھی عطا کئے اور والدین کا اس لئے کہ وہ مصیبت پر مصیبت جھیل کر اولاد کو پالتے اور آرام میں رکھتے ہیں اس لئے ان کا بھی حق ہے۔ لیکن اگر ماں باپ شرک کرائیں یا خدا کی نافرمانی کا حکم دیں تو ان کا کہا نہیں ماننا۔ البتہ دنیا میں والدین کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہنا چاہیئے۔

اے میرے بیٹے! یقین جانو کہ اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہو گا اور کسی پتھر میں یا زمین آسمان میں جہاں کہیں پوشیدہ ہو گا تو اللہ اُسے ضرور حاضر کرے گا۔ کیونکہ اللہ بڑا ہی باریک بین اور ہر چیز سے باخبر ہے۔

اے میرے بیٹے! نماز ہمیشہ قائم رکھنا اور لوگوں کو نیک کام کی تبلیغ کرتے رہنا۔ اور بُرے کاموں سے روکتے رہنا۔ اور اس تبلیغ میں جو تکلیف آئے اُسے صبر سے برداشت کرنا۔ کیونکہ تبلیغ کا کام بڑی ہمت کا کام ہے اور یہ نبیوں اور ولیوں کا کام ہے

اے میرے بیٹے! تکبر میں لوگوں سے نفرت نہ کرنا اور زمین پر اکڑ کر نہ چلنا کیونکہ اللہ شیخی خورے اور غرور کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

اے میرے بیٹے! اپنی رفتار میں اعتدال رکھنا اور گفتگو کے وقت نرم آواز سے بات کرنا۔ کیونکہ چلانا گدھوں کا کام ہے۔ اور وہ بڑی ہی مکروہ آواز ہے۔ ایک حکیم کا عمل بھی حکیمانہ ہوتا ہے اور وہ خدا کی شکر گزاری میں اولاد کو نیکی ہی سکھاتا ہے آؤ ہم والدین سوچیں کہ ہم میں سے کتنے سنتِ لقمان پر عمل کرتے ہیں۔

★

نعت

عبدالمجید اظہر۔ لیہ

ہمیں دل سے پیارا ہے نامِ محمدؐ
کلامِ خدا ہے، کلامِ محمدؐ

ہزاروں درود و سلام آپ پر ہوں
فرشتے ہیں کرتے سلامِ محمدؐ

محمدؐ ہے پیارا، محمدؐ ہے پیارا
میرا دل لبھائے کلامِ محمدؐ

خدایا! مجھے اتنی توفیق دے دے
سناؤں ہر اک کو پیامِ محمدؐ

مَیں سو بار قربان جاؤں وہاں پر
ہوا جس جگہ پہ قیامِ محمدؐ

مدینہ کی دلکش معطر فضائیں
یہ پھیلی ہوئی ہے مشامِ محمدؐ

خدارا بُلا لو مدینے میں مجھ کو
یہ اظہر ہے ادنیٰ غلامِ محمدؐ

رجسٹرڈ ایل ۶۰۴۷ نمبر

The Weekly "KHUDDAMUDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون ۶۷۵۴۵
چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۲۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۶-۲۸۱ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۶۶۷-۲-۹ DD مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء

شرح چندہ

پاکستان و ہندوستان سے

سالانہ	۱۱ روپے
ششماہی	۶ روپے
سہ ماہی	۳ روپے
فی پرچہ	۲۵ پیسے

سعودی عرب، کویت، ایران، افریقہ ملایا، ہانگ کانگ، انگلینڈ سے

سالانہ چندہ

عام ڈاک سے ۱۸ روپے ۸۷ ،
ہوائی ڈاک سے ۵۴ روپے ۰۰ ،

امریکہ

عام ڈاک سے ۲۴ روپے ۰۰ ،
ہوائی ڈاک سے ۸۳ روپے ۸۰ ،

بیرونی ممالک کے لئے چھ ماہ سے کم میعاد کے لئے پرچہ جاری نہیں کیا جائے گا۔

ہندوستانی خریدار خدام الدین کا چندہ مینیجر ماہنامہ الفرقان کچہری روڈ لکھنؤ کے نام ارسال فرمائیں ڈاک خانہ سے جو رسید ملے وہ ہمیں ارسال فرمائیں پرچہ جاری کر دیا جائے گا۔
مینیجر

ٹیلیفون نمبر ۴۹۷۶

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا